حج وعمرہ اورزیارت

کے مسائل کی تحقیق ووضاحت

کتاب وسنت کی روشنی میں

(التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة باللغة الاردية)

تالیف

الشيخ عبد العزيز بن باز

المترجم: الشيخ مختار أحمد الندوى

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

ترجمانی: مولانا مختار احمد ندوی

ناشر

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات، ربوہ، ریاض، سعودی عرب

ایڈیشن ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء

کسی قسم کے استفسار یا تصحیح یا تجویز کے لیے درج ذیل سائٹ پر مراسلت کریں:

www.islamhouse.com

[۳۴۱]

۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

ٹیلیفون: ۴۴۵۴۹۰۰-۴۹۱۶۰۶۵

انٹرنیٹ سائٹ کا پتہ:

www.islamhouse.com

أى سؤال أو اقتراح أو تصحيح يرجى مراسلتنا من الموقع التالى:

www.islamhouse.com

المكتب التعاونى للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف: ٤٤٥٤٩٠٠ — ٤٩١٦٠٦٥

عنوان الموقع:

www.islamhouse.com

حج ،عمرہ اور زیارت

کے مسائل کی تحقیق و وضاحت

کتاب وسنت کی روشنی میں

[التحقیق والإیضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرة والزیارة]

تالیف

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

اردو ترجمہ

مولانا مختار احمد ندوی

ناشر

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ

ریاض ،سعودی عرب

فہرست مضامین کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مولف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہُ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہُ، أَمَّا بَعْدُ:

مسائل حج کی بابت یہ مختصر مجموعہ ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں حج، عمرہ اور زیارت کے اکثر مسائل پر مشتمل ہے، میں نے اسے اپنے لئے اور ان سب مسلمانوں کے لئے جمع کیا ہے جن کے لئے اللہ چاہے، میں نے ان مسائل کو دلیل کے ساتھ لکھنے میں بڑی کوشش کی ہے۔

یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۶۳ھ میں جلالۃ الملک عبد العزیز بن عبد الرحمٰن الفیصل قدس اللہ روحہ واکرم مثواہ کے خرچ پر شائع ہوا تھا، اس کے بعد میں نے اس کے مسائل کو کچھ اور مفصل کیا اور جن تحقیقات کی ضرورت محسوس کی ان کا اضافہ کیا اور اسے دوبارہ چھاپنا چاہا تاکہ بندگان الٰہی کو اس سے فائدہ پہنچے اور اس کا نام "**التحقیق والإیضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ علی ضوء الکتاب والسنۃ**" رکھا۔ بعد میں میں نے اس میں بہت سے اہم اضافے اور مفید تنبیہات شامل کیں تاکہ کتاب پوری طرح مفید ہو جائے، یہ کتاب اب تک متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نفع عام کر دے اور اس کوشش کو اپنی ذات کریم کے لئے خاص کر لے اور جنت النعیم میں داخل ہونے کے لئے اسے ذریعہ بنا دے، آمین ۔

بے شک اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے اور اللہ بلند عظمت والے کی توفیق کے بغیر نہ کوئی زور ہے نہ وقوت ۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

خطبۃ الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَىٰ عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أجْمَعِيْنَ، أمَّا بَعْدُ:

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں حج اور اس کے فضائل وآداب اور سفر حج کا ارادہ کرنے والوں کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے ان کا بیان موجود ہے اور اختصار و وضاحت کے ساتھ حج، عمرہ اور زیارت کے بہت سے اہم مسائل کا ذکر ہے۔ میں نے اس رسالہ میں صرف انہی امور کو تلاش کیا ہے جن پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے دلیل قائم ہے، میں نے انہیں محض مسلمانوں کی خیر خواہی کی نیت اور اللہ کے اس ارشاد کی تعمیل میں جمع کیا ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الذاریات:۵۵]

''اور نصیحت کیجئے، بے شک نصیحت مومنوں کو نفع پہنچائے گی''۔

نیز ارشاد الٰہی:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾ [آل عمران:۱۸۷]

''اور جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس کتاب کو عام لوگوں کے

سامنے ضرور ظاہر کرنا اور چھپانا نہیں''۔

اور ارشاد الٰہی:

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ:۲]

''اور نیکی وتقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو''۔

اور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث صحیح کے بمصداق جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلاَثاً، قِيْلَ لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ﴾

''دین خیر خواہی کا نام ہے- تین بار فرمایا- کہا گیا اے اللہ کے رسول! کس کے لئے؟ فرمایا: اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، ائمہ مسلمین کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے''۔

اور طبرانی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ لَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ، وَمَنْ لَمْ يُمْسِ وَيُصْبِحْ نَاصِحاً لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ فَلَيْسَ مِنْهُمْ﴾

''جو مسلمانوں کے کاموں کا اہتمام نہ کرے وہ ان میں سے نہیں، اور جو صبح

وشام اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، اور مسلم حکام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں نہ گزارے وہ مسلمان نہیں''۔

اللہ سے میری دعا ہے کہ اس رسالہ کے ذریعہ مجھے اور سب مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور اس سلسلہ میں میری کوشش کو اپنی ذات کریم کے لئے خالص فرمائے اور اسے جنت النعیم میں داخلہ کا ذریعہ بنائے۔

إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

حج اور عمرہ کے وجوب کے دلائل
اور ان کی ادائیگی میں جلدی کرنے کا بیان

اللہ ہم کو اور آپ کو حق کی معرفت اور اتباع کی توفیق عطا فرمائے، معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے عزت والے گھر کا حج واجب کیا ہے اور اسے اسلام کا ایک رکن بنایا ہے، اس کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلَّـهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران: ۹۷]

''اور اللہ کی رضا کے لئے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو انکار کرے تو اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے''۔

اور صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: ۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ۲۔ نماز قائم کرنا، ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا، ۴۔ رمضان کے روزے رکھنا، اور ۵۔ بیت اللہ الحرام کا حج کرنا''۔

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے لوگوں کو شہروں میں بھیجوں تاکہ وہ اس کی تحقیق کریں کہ جن لوگوں میں حج کی طاقت ہے پھر بھی حج نہیں کرتے وہ ان پر جزیہ مقرر کردیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں''۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''جو شخص حج پر قادر ہو پھر بھی چھوڑ دے تو اس کے لئے سب برابر ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر''۔

حج کے لئے جلدی کرنا

جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور اس نے اب تک حج نہیں کیا ہے تو اس کو جلدی کرنا چاہیئے، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جلدی کرو، کسی کو معلوم نہیں کہ اس کو کیا عذر پیش آ جائے''۔ [مسند احمد]

اور اس لئے بھی کہ جس پر حج فرض ہو چکا ہے اس کے لئے اللہ کے اس ارشاد کے مطابق فی الفور حج ادا کرنا واجب ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ [آل عمران:۹۷]

''اور اللہ کی رضا کے لئے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو انکار کرے تو اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے''۔

اور خطبہ میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق :

''لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس لئے حج کرو'' ۔[صحیح مسلم] ۔

اور عمرہ کے وجوب پر بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے اسلام کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرو، جنابت کا غسل کرو، پورا وضو کرو اور رمضان کے روزے رکھو'' ۔

اس حدیث کو ابن خزیمہ اور دارقطنی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اس کی سند ثابت اور صحیح ہے ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بھی کہ انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ! کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں لڑائی نہیں، یعنی حج اور عمرہ'' ۔

اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے ۔

حج اور عمرہ زندگی میں صرف ایک بار فرض ہیں

حج اور عمرہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہیں، جیسا کہ حدیث صحیح میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''حج ایک مرتبہ فرض ہے اور جو اس سے زیادہ کرے تو نفل ہے''۔

البتہ نفلی حج اور عمرہ کثرت سے کرنا مسنون ہے، کیونکہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا درمیان کی خطاؤں کے لئے کفارہ ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں''۔

فصل

گناہوں اور مظالم سے توبہ کرنے کا بیان

جب مسلمان حج یا عمرہ کے سفر کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرے، یعنی احکامات الٰہی پر عمل اور نواہی سے اجتناب کی تاکید کرے اور اس کا یا اس کے ذمہ جتنا قرض ہو اس کو لکھ ڈالے اور اس پر گواہ بنادے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام گناہوں سے سچی توبہ کرنے میں جلدی کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [النور:۳۱]

''اے ایمان والو! تم سب اللہ سے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ''۔

اور سچی توبہ ہے گناہوں سے باز آنا، ان کو چھوڑ دینا، پچھلے گناہوں پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم رکھنا۔ اگر اس کے پاس لوگوں کے مال، آبرو یا جان کا کوئی حق باقی ہو تو اپنے سفر سے پہلے اس کو ان تک واپس کر دے یا ان سے معاف کرالے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس کے پاس اس کے بھائی کے مال یا آبرو کا کوئی حق باقی ہو اسے چاہئے کہ اس دن کے آنے سے پہلے اس سے پاک وصاف ہو جائے جس دن نہ درہم کام آئے گا نہ دینار، اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو صاحب حق کو اس

کے حق کے بقدر دے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو صاحب حق کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے''۔

حج کے لئے حلال کمائی

حج وعمرہ کے لئے پاکیزہ حلال کمائی میں سے خرچ کا انتظام کرنا چاہئے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے''۔

اور طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب آدمی پاکیزہ زادسفر کے ساتھ حج کے لئے نکلتا ہے اور اپنا پاؤں سواری کے رکاب میں رکھ کر لبیک پکارتا ہے تو اس کو آسمان سے ایک پکارنے والا جواب دیتا ہے کہ تیری لبیک قبول اور رحمت الٰہی تجھ پر نازل ہو، تیرا توشہ حلال اور تیری سواری حلال اور تیرا حج مقبول ہے، گناہوں سے پاکی ہے۔

اور جب آدمی حرام کمائی کے ساتھ حج کے لئے نکلتا ہے اور سواری کے رکاب میں پاؤں رکھ کر لبیک پکارتا ہے تو آسمان سے ایک پکارنے والا جواب دیتا ہے کہ تیری لبیک قبول نہیں، نہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، تیرا زادسفر حرام، تیری کمائی حرام اور تیرا حج غیر مقبول ہے''۔

حاجی کو چاہئے کہ لوگوں کی کمائی سے بے نیاز رہے اور سوال کرنے سے پرہیز کرے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو خود کو بچائے گا اللہ اس کو بچائے گا اور جو استغناء کرے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا''۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

''آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہوگا''۔

حج کا مقصد رضائے الٰہی ہو

حاجی کو چاہئے کہ اپنے حج اور عمرہ سے اللہ کی رضا اور دار آخرت کی فلاح کا طالب ہو اور ان مقدس مقامات میں ایسے اقوال و اعمال سے اللہ کا تقرب چاہے جو اللہ کو پسند ہوں اور حج کے ذریعہ دنیا کمانے سے پوری طرح بچے، اسی طرح حج کے ذریعہ ریا، شہرت اور فخر ومباہات بھی نہ چاہے، کیونکہ یہ سب بدترین مقاصد ہیں اور اعمال کی بربادی اور عدم قبولیت کا سبب ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لاَ يُبْخَسُونَ (١٥) أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ إِلاَّ النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ [ہود: ۱۵-۱۶]

''جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش جہنم کے سوا اور کچھ نہیں اور جو

عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاء لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلاهَا مَذْمُوماً مَّدْحُوراً (١٨) وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا﴾ [الاسراء:١٨-١٩]

''جو شخص دنیا کی نیت رکھے ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے اور جس کے لئے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے، پھر اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے، وہ اس میں بدحال راندہ درگاہ ہوکر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے پوری سعی کرے گا بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو، سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی''۔

اور رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''میں تمام شریکوں سے شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ اور کو بھی شریک کرتا ہے میں اس کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں''۔

حاجی کو چاہئے کہ اپنے سفر میں صاحب طاعت وتقویٰ اور عالم دین کا ساتھ اختیار کرے اور جہلاء وفساق کے ساتھ سے پرہیز کرے۔

اسی طرح حاجی کو چاہئے کہ حج اور عمرہ کی مشروع باتوں کو سیکھ اور سمجھ لے اور مشکل مسائل دریافت کر لے تا کہ اسے پوری بصیرت حاصل ہو جائے۔ جب وہ اپنی سواری موٹر یا ہوائی جہاز یا کسی اور سواری پر سوار ہو تو بسم اللہ کہنا اور اللہ کی حمد وثنا کرنا چاہئے اور تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھنا چاہئے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ، وَإِنَّا إِلَیٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَیٰ وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَیٰ، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِیْ السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِیْ الأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَمِنْ کَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِیْ الْمَالِ وَالأَهْلِ﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس کو مسخر کر دیا ورنہ ہم میں یہ طاقت کہاں تھی کہ اس کو بس میں کرتے، بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! میں اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتا ہوں اور اس عمل کا جس سے تو راضی ہے۔ اے اللہ! ہم پر اس سفر کو آسان کر دے اور اس کا بُعدِ مسافت گھٹا دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ساتھی ہے اور اہل وعیال میں جانشیں ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں اور برے منظر اور اہل وعیال اور مال کو بری حالت میں دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں''۔

کیونکہ ایسا کرنا نبی کریم ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے جسے مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے۔

حاجی پورے سفر میں کثرت سے ذکر واستغفار، اللہ تعالیٰ سے دعا اور گریہ وزاری، قرآن کی تلاوت اور اس کے معانی پر تدبر کرتا رہے، نماز باجماعت کی پوری پابندی کرے اور کثرت کلام سے زبان کو بچائے، بیکار باتوں کی کرید اور حد سے زیادہ مذاق سے بچے، نیز اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلی اور اپنے دوستوں اور مسلمانوں کی ہنسی اڑانے سے بچائے، اس کے بجائے اس کو چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، ان کی مصیبتیں دور کرے، انہیں جتنا ہو سکے حکمت وموعظت کے ساتھ بھلائی کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔

فصل

میقات پر پہنچ کر حاجی کیا کرے؟

حاجی جب میقات پر پہنچ جائے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے اور خوشبو لگائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کے وقت سلے ہوئے کپڑے اتار دیئے تھے اور غسل فرمایا تھا، نیز صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ احرام باندھنے سے قبل میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگایا کرتی تھی اور جب آپ ﷺ حلال ہونا چاہتے تو طواف بیت اللہ سے قبل بھی۔

حائضہ اور نفاس والی عورت کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کے لئے احرام باندھ رکھا تھا اور وہ حائضہ ہوگئیں تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ غسل کرلیں اور حج کے لئے احرام باندھ لیں۔ اور اسماء بنت عمیس کو جب ذوالحلیفہ میں بچہ پیدا ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ غسل کرلیں اور کپڑا استعمال کریں پھر احرام باندھ لیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حائضہ یا نفاس والی عورت جب میقات پر پہنچے تو غسل کر کے لوگوں کے ساتھ احرام باندھ لے اور بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی حج کے تمام کام ویسے ہی کرے جیسے دوسرے حاجی کرتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کو اس کا حکم فرمایا۔

احرام باندھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اپنی مونچھ، ناخن اور زیرناف وبغل کے بال کی دیکھ بھال کرلے اور ان میں جو ضروری ہو ان کو تراش لے، تا کہ احرام باندھنے کے بعد حالت احرام میں اس کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ اس لئے بھی مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں کی نگہداشت کا حکم دوسرے اوقات کے لئے بھی فرمایا ہے، جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پانچ چیزیں فطرت میں شامل ہیں: ختنہ کرانا، موئے زیرناف صاف کرنا، مونچھ چھوٹی کرنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھاڑنا''۔

اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے لئے مونچھ تراشنے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیرناف مونڈنے کا وقت مقرر کردیا گیا ہے کہ ہم انہیں چالیس دنوں سے زیادہ نہ چھوڑیں''۔

اور نسائی میں یوں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کاموں کے لئے ہمارے لئے وقت مقرر کیا ہے۔ اس روایت کو احمد، ابوداود اور ترمذی نے بھی نسائی کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

البتہ احرام کے وقت سر کے بالوں کا کچھ بھی حصہ مونڈنا نہ عورت کے لئے مشروع ہے نہ مرد کے لئے۔

داڑھی منڈانا حرام ہے

داڑھی کا مونڈنا یا اس کا کچھ بھی حصہ کم کرنا ہر وقت حرام ہے، بلکہ داڑھی کو چھوڑ دینا اور اس کو بڑھانا واجب ہے، جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو چھوٹی کرو''۔

اور مسلم نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مونچھوں کو کاٹو اور داڑھی کو چھوڑ دو اور مجوس کی مخالفت کرو''۔

افسوس اس زمانے میں یہ وبا عام ہوگئی ہے اور کثرت سے لوگ داڑھی کی اس سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور کفار اور عورتوں کی مشابہت کے لئے زور لگاتے ہیں، خاص طور پر علم اور تعلیم سے نسبت رکھنے والے لوگ، **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ**۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سنت کی موافقت اور سختی سے اس پر عمل کی اور ہدایت کی راہ پر چلنے کی اور اکثر لوگوں کے اعراض کے باوجود انہیں اس کی دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ **وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ**۔

عورت جس لباس میں چاہے احرام باندھ سکتی ہے

اس کے بعد حاجی ایک تہبند اور ایک چادر پہن لے، بہتر ہے کہ دونوں سفید اور صاف ہوں اور مستحب ہے کہ دونوں جوتے پہن کر احرام باندھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہر شخص کو ایک ازار اور ایک چادر اور دو جوتوں میں احرام باندھنا چاہئے''۔

اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

البتہ عورت کے لئے جائز ہے کہ کالا یا سبز یا کسی بھی رنگ کا کپڑا احرام میں استعمال کرے، صرف اس کا لحاظ رکھے کہ اس کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو، احرام کی حالت میں اس کے لئے نقاب اور دستانے استعمال کرنا درست نہیں، نبی کریم ﷺ نے محرم عورت کو اس سے منع فرمایا ہے، نقاب اور دستانے کے علاوہ کسی اور چیز سے وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں ڈھک لے، جو لوگ عورت کے احرام کے لئے سبز یا کالے رنگ کو خاص کرتے ہیں یہ بے اصل چیز ہے۔

غسل اور صفائی اور احرام کے کپڑے پہننے کے بعد حج یا عمرہ جس کا ارادہ رکھتا ہو دل سے اس کی نیت کی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی جو نیت کرتا ہے وہی پاتا ہے''۔

نیت لفظوں میں کرنا مشروع ہے، اگر عمرہ کی نیت ہے تو کہے: ''**لَبَّيْکَ**

عُـمْـرَةً'' یا کہے: ''**اَلـلّٰهُـمَّ لَبَّيْکَ عُـمْرَةً**''۔اور اگر حج کی نیت ہے تو کہے: ''**لَبَّيْکَ حَجّاً**'' یا ''**اَلـلّٰهُمَّ لَبَّيْکَ حَجّاً**''، اس لئے کہ نبی کریمﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔اور اگر حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ ہے تو کہے: ''**اَلــلّٰهُـمَّ لَبَّيْکَ عُمْرَةً وَحَجّاً**''۔افضل یہ ہے کہ نیت کے یہ الفاظ سواری یا جانور یا موٹر وغیرہ پر سوار ہونے کے بعد ادا کئے جائیں، کیونکہ رسول اللہﷺ نے اس وقت لبیک پکارا تھا جب آپﷺ سواری پر بیٹھ گئے تھے اور سواری میقات سے چلنے کے لئے آپ کو اٹھا چکی تھی، اہل علم کا سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے۔

احرام کے علاوہ لفظوں میں نیت کرنا بدعت ہے

نیت کے الفاظ صرف احرام ہی کے لئے مشروع ہے، کیونکہ رسول اللہﷺ سے اس بارے میں خاص طور سے مروی ہے، لیکن نماز وطواف وغیرہ کے لئے لفظوں کے ساتھ نیت نہیں کرنی چاہئے، مثلاً یوں نہیں کہنا چاہئے کہ میں نے اس نماز کی نیت کی، یا میں طواف کی نیت کرتا ہوں۔اس طرح لفظوں میں نیت کرنا بدعت ہے اور بلند آواز سے کہنا اور بھی زیادہ قبیح اور گناہ کا کام ہے، اگر نیت لفظوں کے ساتھ کرنا مشروع ہوتا تو رسول اللہﷺ اسے ضرور بیان کرتے، یا اپنے فعل یا قول سے امت کے لئے اس کی وضاحت فرماتے اور سلف صالحین بھی اس پر ہم سے پہلے عمل کئے ہوتے، لیکن جب نہ تو نبیﷺ سے یہ منقول ہے، نہ آپﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے، تو معلوم ہوا کہ یہ بدعت ہے

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''سب سے بدتر کام وہ ہے جو نیا ایجاد کیا گیا ہو، اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔[صحیح مسلم]۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس دین سے نہیں، تو وہ کام مردود اور ناقابل قبول ہے''۔[متفق علیہ]۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ کام مردود اور ناقابل قبول ہے''۔

فصل

میقات کا بیان

میقات پانچ ہیں:

ا۔''ذوالحلیفہ'' جومدینہ والوں کی میقات ہے جس کواب لوگ ابیارعلی کہتے ہیں۔

۲۔''جحفہ'' جواہل شام کی میقات ہے، یہ رابغ کے قریب ایک ویران بستی ہے، لیکن لوگ اب رابغ ہی سے احرام باندھتے ہیں اور جولوگ بھی رابغ سے احرام باندھتے ہیں ان کا احرام میقات ہی سے شمار ہوتا ہے، کیونکہ رابغ جحفہ سے تھوڑا ہی پہلے واقع ہے۔

۳۔''قرن المنازل'' جواہل نجد کی میقات ہے، جس کوآج کل''سیل'' کہا جاتا ہے۔

۴۔''یلملم'' جواہل یمن کی میقات ہے۔

۵۔''ذات عرق'' جواہل عراق کی میقات ہے۔

حاجی کے لئے میقات سے بلا احرام گزرنا حرام ہے

ان میقاتوں کو نبی کریم ﷺ نے مذکورہ بالا مقامات والوں کے لئے مقرر فرمایا ہے، یہ ان سب لوگوں کے لئے بھی ہے جو حج یا عمرہ کی نیت سے ان میقاتوں سے گزریں اور جوشخص بھی مکہ جانے کے لئے حج یا عمرہ کی نیت سے ان میقاتوں

سے گزرے اس کے لئے ضروری ہے کہ یہاں سے احرام باندھ لے، بغیر احرام باندھے یہاں سے آگے بڑھنا حرام ہے، خواہ اس کا گزر خشکی کے راستہ سے ہو یا فضائی راستہ سے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان میقاتوں کو مقرر کرتے وقت یہ عام حکم فرمایا تھا:

''یہ میقاتیں ان شہر والوں کے لئے ہیں اور ان کے علاوہ ان لوگوں کے لئے بھی جو حج اور عمرہ کی نیت سے یہاں سے گزریں''۔

جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے ہوائی جہاز سے مکہ کی طرف جارہا ہو، اس کو چاہئے کہ جہاز میں بیٹھنے سے پہلے غسل وغیرہ کرلے، جب جہاز میقات کے قریب پہنچے تو تہبند اور چادر پہن کر اگر وقت میں گنجائش ہے تو عمرہ کے لئے لبیک پکار دے اور اگر وقت تنگ ہو تو صرف حج کے لئے لبیک پکارے۔ اگر سوار ہونے سے پہلے ہی یا میقات کے قریب ہونے سے قبل کوئی شخص احرام کی چادریں اوڑھ لے جب بھی کچھ حرج نہیں، لیکن جب تک میقات کے قریب یا بالمقابل نہ آجائے اس وقت تک لبیک نہ پکارے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے میقات ہی سے احرام باندھا ہے اور امت کا فرض ہے کہ تمام دینی کاموں کی طرح وہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

''تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے''۔

اور نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

﴿خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ﴾

''مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو''۔

لیکن جو شخص حج اور عمرہ کی نیت نہیں رکھتا، مثلاً بیوپاری، لکڑی والا، پوسٹ مین وغیرہ، ایسا شخص مکہ جائے تو اس کے لئے احرام ضروری نہیں، وہ خود چاہے تو اور بات ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مواقیت کے بیان میں سابقہ حدیث میں یہ فرمایا:

﴿هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَىٰ عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ﴾

''یہ میقاتیں ان شہر والوں کے لئے ہیں اور حج وعمرہ کے ارادہ سے آنے والے ان تمام لوگوں کے لئے بھی جو ان میقاتوں سے گزریں''۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان میقاتوں سے گزرے، لیکن اس کا ارادہ حج وعمرہ کا نہ ہو تو اس کے لئے احرام ضروری نہیں اور یقیناً بندوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت اور سہولت ہے، **فللہ الحمد والشکر**۔

اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے تو احرام کی حالت میں نہیں تھے، بلکہ آپ سر پر خود پہنے ہوئے تھے، کیونکہ اس وقت حج اور عمرہ کی نیت نہیں تھی، بلکہ مکہ فتح کرنے اور اس

سے شرک دور کرنے کی نیت سے آئے تھے۔

جن لوگوں کا مکان میقات کے اندر ہو، جیسے جدہ، ام سلم، بحرہ، شرائع، بدر اور مستورہ وغیرہ کے باشندے تو ان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ان مذکورہ بالا پانچوں میقاتوں میں سے کسی کے پاس جا کر احرام باندھیں، بلکہ ان کا یہ مسکن ہی ان کی میقات ہے، وہ حج یا عمرہ جس کی بھی نیت رکھتے ہوں، یہیں سے اس کا احرام باندھیں۔

اگر کسی کا دوسرا مسکن میقات سے باہر ہو تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو میقات سے احرام باندھے ورنہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھ لے جو مکہ کی طرف میقات سے پہلے ہے، کیونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میقات کا ذکر کرتے ہوئے عام بات فرمائی تھی کہ:

''جو لوگ میقات کے اندر ہوں ان کے احرام کی جگہ ان کا گھر ہے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھیں گے''۔ (بخاری ومسلم)

البتہ جو لوگ حرم میں ہوں اور عمرہ کرنا چاہتے ہوں ان پر واجب ہے کہ حل [حدود حرم کے باہر] کی طرف جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں، اس لئے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو حکم فرمایا کہ وہ ان کو لے کر حل کی طرف جائیں اور وہاں سے احرام بندھوا کر لائیں، اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کرنے والا

اپنا احرام حرم سے نہیں باندھ سکتا، بلکہ اس کو حِل میں جانا ہوگا۔ یہ حدیث عبداللہ بن عباس کی پچھلی حدیث کو خاص کر دیتی ہے اور اس کی وضاحت کر دیتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں کو جو مکہ سے احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا وہ عمرہ کے لئے نہیں، بلکہ صرف حج کے لئے مخصوص تھا، کیونکہ اگر عمرہ کا احرام حرم سے باندھنا جائز ہوتا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اجازت دے دی ہوتی اور انہیں حِل کی طرف جانے کا حکم نہ فرماتے، اور یہ کھلا ثبوت ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور مومن کے لئے سب سے زیادہ احتیاط کی بات بھی یہی ہے، کیونکہ اس میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ واللہ الموفق۔

حج کے بعد کثرت سے عمرہ کرنا مشروع نہیں

جو لوگ حج کے بعد تنعیم یا جعرانہ وغیرہ سے بکثرت عمرہ کرتے ہیں جبکہ حج سے پہلے عمرہ کر چکے ہوتے ہیں، تو اس کی مشروعیت کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسا عمرہ نہ کرنا ہی افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ نہیں کیا تھا۔ رہا تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ کرنا تو وہ محض اس سبب سے تھا کہ جب وہ مکہ تشریف لائیں تو اپنے ایام ماہواری کی بنا پر عمرہ نہیں کر سکی تھیں، اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے اس عمرہ کے عوض جس کے لئے میقات سے وہ احرام باندھ کر آئی تھیں اب دوبارہ عمرہ کرنے کی اجازت دے دیں، تو

رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔ اس طرح ان کے دو عمرے ہو گئے، پہلا عمرہ تو ان کے حج کے ساتھ، اور یہ ایک الگ عمرہ۔ لہٰذا جس کو حضرت عائشہ جیسا عذر درپیش ہو، اس کے لئے اجازت ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے۔ اس طرح تمام دلائل پر عمل بھی ہو جائے گا اور مسلمانوں کے لئے وسعت اور آسانی بھی ہو گی۔

بلاشبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد حجاج کا اس نئے عمرے کے لئے مشغول ہونا سب کے لئے تکلیف کا باعث ہے، اس سے بھیڑ میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور حادثات بھی ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی مخالفت بھی ہوتی ہے، واللہ الموفق۔

فصل

موسم حج کے علاوہ جوشخص میقات پر پہنچے اس کو عمرہ کے احرام کی نیت کرنی چاہئے

معلوم ہونا چاہئے کہ میقات تک پہنچنے والوں کی دو حیثیت ہے:

(۱) اگر حج کے مہینوں کے علاوہ مثلاً رمضان یا شعبان میں پہنچیں تو ان کو چاہئے کہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھیں اوراس طرح زبان سے لبیک پکاریں: **''لَبَّیْکَ عُمْرَةً''** یا **''اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ عُمْرَةً''** اس کے بعد نبیﷺ کی طرح لبیک ان لفظوں میں پکاریں: **''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لاَشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لاَ شَرِیْکَ لَکَ''** اور یہ تلبیہ اور ذکرالٰہی کثرت سے کرتے ہوئے بیت اللہ تک پہنچیں، پھر بیت اللہ پہنچ کر تلبیہ بند کردیں اور بیت اللہ کا (سات چکروں سے) طواف کریں اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھیں، پھرصفا کی طرف جائیں اورصفا ومروہ کے درمیان سات چکر لگائیں، اس کے بعد اپنے سر کے بال منڈوائیں یا چھوٹے کرائیں، اس کے ساتھ ہی ان کا عمرہ پورا ہوگیا اوراحرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہوگئی تھیں حلال ہوگئیں۔

(۲) دوسری حالت یہ ہے کہ حاجی میقات پر حج کے مہینوں یعنی شوال، ذی

قعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں پہنچے، ایسے شخص کو تین باتوں کا اختیار حاصل ہے: صرف حج، صرف عمرہ، یا دونوں ایک ساتھ، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر جب ذی قعدہ میں میقات پر پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کو ان تینوں ہی طریقہء حج کا اختیار دیا تھا۔

جس حاجی کے پاس حج کے مہینوں میں جانور ساتھ ہو وہ قِران کی نیت کرے اور جس کے پاس نہ ہو وہ تمتع کی

لیکن ایسے شخص کے بارے میں سنت یہ ہے کہ اگر اس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ صرف عمرہ کا احرام باندھے اور سب ارکان ویسے ہی ادا کرے جیسے غیر موسم حج میں عمرہ کرنے والا ادا کرتا ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تھے یہ حکم فرمایا تھا کہ اپنا احرام عمرہ کے لئے خاص کرلیں اور مکہ پہنچ کر انہیں مزید تاکید بھی فرمائی، لہٰذا صحابہ کرام نے طواف وسعی کی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اتباع میں بال منڈوا کر حلال ہوگئے۔ رہے وہ لوگ جن کے پاس قربانی کے جانور تھے تو آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ یوم النحر تک اپنے احرام میں باقی رہیں، جو لوگ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر آتے ہیں ان کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے، تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور آپ کے اصحاب میں سے جو لوگ

قربانی کا جانور لے کر آئے تھے اور عمرہ کا احرام باندھا تھا ان کو یہ حکم دیا کہ وہ عمرہ کے ساتھ ہی حج کا تلبیہ بھی شامل کرلیں اور دونوں سے قربانی کے دن ہی حلال ہوں اور جو شخص قربانی کا جانور لایا ہوا ورصرف حج کا احرام باندھا ہو وہ بھی اپنے احرام میں باقی رہے اور قارن حاجی کی طرح وہ بھی یوم النحر ہی کو حلال ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے صرف حج کا یا حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو، لیکن اس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے احرام میں باقی رہے، بلکہ اس کے حق میں سنت یہ ہے کہ اپنا احرام عمرہ کے لئے کرلے اور طواف وسعی اور بال کتروا کر حلال ہو جائے، جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو جن کے پاس جانور نہیں تھے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ جو شخص بالکل آخر میں آیا ہو اور حج چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے اپنے سابقہ احرام میں باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ والله أعلم۔

عذر کے خوف سے مشروط احرام باندھنا

اگر کسی محرم کو اپنی بیماری یا دشمن کے خوف کی وجہ سے حج کی عدم ادائیگی کا خوف ہو تو اس کو چاہئے کہ احرام باندھتے وقت یوں کہہ دے: ''اگر کوئی عذر مجھے لاحق ہوا تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گا جہاں میرا عذر مجھے روک دے گا''، جیسا کہ ضباعہ بنت زبیر نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول! میں حج کا ارادہ کرتی ہوں، لیکن بیمار ہوں، تو آپ ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ حج کرو اور یہ شرط باندھ لو کہ

میں وہیں حلال ہو جاؤں گی جہاں میرا عذر مجھے روک دے گا۔ (متفق علیہ)

اس شرط کا فائدہ یہ ہے کہ اگر محرم کو کسی بیماری یا دشمن کی رکاوٹ کا کوئی عارضہ پیش آ جائے جو اس کے لئے حج کی تکمیل سے مانع ہو تو اس کے لئے حلال ہو جانا جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

فصل

کیا بچے کا حج فرض حج کے لئے کافی ہے؟

چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کا حج صحیح ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنے بچے کو پیش کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اور ثواب تم کو ملے گا''۔

اور صحیح بخاری میں سائب بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات برس کی عمر میں حج کرایا گیا''۔ لیکن یہ حج نفلی ہوگا اور فرض حج کے لئے کافی نہ ہوگا۔ یہی حال غلام اور لونڈی کا بھی ہے کہ ان کا حج تو صحیح ہوگا، لیکن فرض حج کے لئے کافی نہیں ہوگا، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو بچہ حج کرے پھر بالغ ہو تو اس پر دوبارہ حج واجب ہے اور جو غلام حج کرے پھر آزاد کر دیا جائے تو اس پر دوبارہ حج واجب ہے''۔

اسے ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اگر بچہ عقل وشعور نہیں رکھتا تو اس کا ولی اس کی طرف سے احرام کی نیت کرے گا اور اس کو احرام پہنا کر اس کی طرف سے لبیک کہے گا اور بچہ اس وقت

محرم سمجھا جائے گا اور جو چیزیں بڑے محرم کے لئے حرام ہیں وہی اس کے لئے بھی حرام ہوں گی، اسی طرح وہ بچی جو عقل وشعور نہیں رکھتی اس کا ولی اس کی طرف سے احرام کی نیت کرے گا، اس کی طرف سے لبیک پکارے گا اور وہ بچی محرم ہو جائے گی اور اس پر بھی وہ سب چیزیں حرام ہوں گی جو بڑی عورت پر حرام ہوتی ہیں، حالت طواف میں ان کے بدن اور کپڑے پاک وصاف ہونے چاہئیں، کیونکہ طواف نماز ہی کی طرح ہے جس میں طہارت شرط ہے۔

اگر بچہ و بچی عقل وشعور والے ہوں تو اپنے ولی کی اجازت سے احرام باندھیں گے اور احرام کے وقت غسل وخوشبو وغیرہ سب کام ویسے ہی کریں گے جیسا بڑا محرم کرتا ہے، ان کا ولی ان کے کاموں کا نگراں اور ان کی ضروریات پوری کرنے والا ہوگا، خواہ وہ ان کا باپ ہو یا ماں یا اور کوئی، اور جو کام کرنے سے یہ بچے عاجز رہیں ان کو ان کا ولی کرے گا، مثلاً کنکری مارنا وغیرہ، البتہ اس کے سوا سب کام ان کو خود کرنا ہوگا جیسے عرفات کا وقوف، منی ومزدلفہ میں رات گزارنا، طواف وسعی کرنا، لیکن اگر وہ طواف وسعی نہ کر سکتے ہوں تو انہیں اٹھا کر طواف وسعی کرایا جائے، اس صورت میں اٹھانے والے شخص کے لئے افضل یہ ہے کہ اپنا طواف وسعی اس کے ساتھ مل کر نہ کرے، بلکہ وہ ان بچوں ہی کے لئے طواف وسعی کی نیت کرے اور اپنے لئے الگ دوبارہ طواف وسعی کرے، یہ محض اللہ کی عبادت وبندگی میں احتیاط اور رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث پر عمل کی خاطر

ہے کہ ''شک کی بات چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرو''۔

لیکن اگر اٹھانے والا اپنی اور بچے کی بھی نیت طواف وسعی کے لئے ساتھ ہی کرلے تو بھی اصح قول کے مطابق کافی ہوگا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو الگ سے طواف کرنے کا حکم نہیں دیا تھا جس نے اپنے بچے کے حج کی بابت آپ سے پوچھا تھا، اگر یہ واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور بیان کردیتے، واللہ الموفق۔

باشعور بچے اور بچی کو طواف شروع کرنے سے پہلے حدث ونجاست سے طہارت کی تاکید کی جائے گی، جیسا بڑے محرم کے لئے ضروری ہے۔ اور چھوٹے بچے اور بچی کی طرف سے ان کے ولی پر احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف نفل ہے، اگر کرے تو باعث اجر وثواب ہے ورنہ کوئی گناہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل

احرام کی ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان

☆ احرام کی نیت کے بعد محرم خواہ مرد ہو یا عورت، اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بال یا ناخن کاٹے یا خوشبو استعمال کرے۔

☆ خاص طور پر مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مخصوص شکل کا سلا ہوا کپڑا جیسے قمیص وغیرہ اپنے پورے بدن یا جسم کے بعض حصے پر پہنے، جیسے بنیائن، پاجامہ، موزے، جراب وغیرہ، ہاں! اگر تہبند نہ پائے تو پائجامہ پہن سکتا ہے اور اسی طرح جس کو جوتے میسر نہ ہوں تو وہ کاٹے بغیر موزے پہن سکتا ہے، جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے اور جو تہبند نہ پائے وہ پائجامہ پہن لے''۔

رہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جس میں بوقت حاجت موزوں کو کاٹ کر پہننے کا حکم دیا گیا ہے، تو وہ منسوخ ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے جب مدینہ طیبہ میں پوچھا گیا کہ محرم کون سا کپڑا پہنے تو اس وقت آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا، لیکن جب عرفات میں آپ ﷺ نے خطبہ دیا تو جوتا نہ ہونے کے وقت موزہ پہننے کا حکم فرمایا اور اس کو کاٹنے کا حکم نہیں دیا، اس خطبہ میں وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ

ﷺ کا مدینہ والا جواب نہیں سنا تھا اور بیان کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ علم اصول حدیث اور اصول فقہ سے ثابت ہے، لہٰذا موزوں کے کاٹنے کا حکم منسوخ ہونا ثابت ہوا، اگر یہ ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے ضرور بیان فرماتے، و اللہ أعلم۔

☆ محرم کے لئے ان موزوں کا پہننا جائز ہے جو ٹخنوں کے نیچے ہوں، اس لئے کہ وہ بھی جوتے ہی کی جنس سے ہیں۔

☆ نیز محرم کے لئے ازار کی گرہ باندھنا اور اس کو کپڑے سے لپیٹنا وغیرہ بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں۔

☆ اسی طرح محرم غسل کرسکتا ہے، اپنا سر دھوسکتا ہے اور آہستہ و نرمی سے سر بھی کھجلا سکتا ہے، اگر کھجلانے سے کوئی چیز گر جائے تو کوئی حرج نہیں۔

☆ محرم عورت کے لئے چہرہ پر سلا ہوا کپڑا پہننا جیسے برقعہ و نقاب اور ہاتھوں پر دستانے وغیرہ کا استعمال حرام ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''عورت نہ نقاب لگائے نہ (قفاز) دستانے پہنے''۔ (صحیح بخاری)

'قفاز' اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اون یا سوت وغیرہ سے ہاتھ کے برابر بنایا جاتا ہے۔

☆ البتہ عورت کے لئے اس کے علاوہ دوسرے سلے ہوئے کپڑے جیسے قمیص، پائجامہ، موزہ اور جراب وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

☆ اسی طرح اس کے لئے بوقت ضرورت چہرے پر بغیر پٹی کے اوڑھنی کا ڈالنا بھی جائز ہے، اگر اوڑھنی اس کے چہرے پر لگتی رہے تو کچھ حرج نہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ ’’قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں رہتی تھیں، جب لوگ ہمارے سامنے آتے تو عورتیں اپنے چہروں پر اوڑھنیاں لٹکا لیتیں اور جب وہ چلے جاتے تو کھول لیتیں‘‘۔ (ابوداود، ابن ماجہ، نیز دارقطنی بروایت ام سلمہ)۔

اسی طرح عورت کے لئے کپڑے وغیرہ سے اپنے ہاتھوں کو ڈھانکنا بھی جائز ہے، اور جب اجنبی مرد موجود ہوں تو چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانکنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ کے اس ارشاد کے مطابق یہ سب اعضاء پردہ کے حکم میں ہیں:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ (النور:۳۱)

’’عورتیں اپنی زینت کو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے لئے ظاہر نہ کریں‘‘۔

اور بلاشبہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں زینت کے عظیم مقامات میں سے ہیں اور چہرے کو ہتھیلی سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ (الاحزاب:۵۳)

’’اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے‘‘۔

اکثر عورتیں اوڑھنی کے نیچے جو پٹی لگاتی ہیں تاکہ اوڑھنی چہرے سے اٹھی رہے، تو ہمارے علم کی حد تک شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اگر یہ مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت سے اس کو ضرور بیان کرتے اور آپ اس کی طرف سے خاموش نہ رہتے۔

☆ محرم عورتوں اور مردوں کے لئے میل یا کسی اور وجہ سے احرام کے کپڑوں کو دھونا جائز ہے اور اس کی جگہ دوسرے کپڑوں کا بدلنا بھی جائز ہے۔

☆ لیکن کسی ایسے کپڑے کا پہننا جائز نہیں جس کو زعفران یا ورس (کمیلہ) لگا ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔

☆ محرم کے لئے ضروری ہے کہ بیہودہ گوئی، فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (البقرہ:۱۹۷)

''حج کے مقررہ مہینے ہیں، پس جو شخص ان میں حج ادا کرے تو نہ بے حیائی کی بات بولے، نہ فسق اور نہ حج میں جھگڑا کرے''۔

اور نبی کریم ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد ثابت ہے:

''جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی و فسق نہ کرے تو اس دن کی طرح

(پاک وصاف) ہو کر لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا''۔

''رفث'' کہتے ہیں جماع اور بیہودہ بات اور کام کو۔

''فسوق'' عام گناہوں کو کہتے ہیں۔

''جدال'' کا مطلب ہے باطل یا بے فائدہ باتوں میں لڑائی کرنا۔

لیکن وہ بحث جو حق کے اظہار اور باطل کے رد کے لئے اچھے طریقہ سے کی جائے تو اس میں نہ صرف کوئی حرج نہیں بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵)

''اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور لوگوں سے اچھے طریقہ پر بحث کرو''۔

☆ محرم مرد کے لئے کسی چپکنے والی چیز سے سر کا ڈھانکنا حرام ہے، جیسے ٹوپی، غترہ یا عمامہ وغیرہ، اسی طرح چہرہ بھی ڈھانکنا حرام ہے، کیونکہ عرفہ کے دن جو صحابی اپنی سواری سے گر کر وفات پا گئے تھے ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

''ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور احرام والے دونوں کپڑوں میں ان کو کفنا دو اور ان کا سر اور چہرہ نہ ڈھانکو، کیونکہ قیامت کے دن وہ

لبیک کہتے ہوئے اٹھائے جائیں گے''۔ (متفق علیہ، الفاظ مسلم کے ہیں)۔

☆ لیکن موٹر کی چھت یا چھتری وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے خیمہ اور درخت وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے وقت نبی کریم ﷺ پر کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا، اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مقام نمرہ میں آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا جس کے نیچے عرفہ کے دن آپ ﷺ آفتاب ڈھلنے تک بیٹھے رہے۔

☆ محرم مرد وعورت پر خشکی کے شکار مارنا، اس میں مدد دینا، شکار کو اپنی جگہ سے بھڑکانا، نکاح کرنا اور جماع کرنا اور عورتوں کو شادی کا پیغام دینا اور شہوت کے ساتھ ان سے مباشرت کرنا سب حرام ہے، جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''محرم نہ نکاح کرے نہ نکاح کرائے اور نہ شادی کا پیغام دے''۔ (مسلم)

☆ اگر محرم غلطی یا جہالت سے سلے ہوئے کپڑے پہن لے یا سر ڈھانک لے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں، اور جب بھی یاد آجائے یا جان جائے تو اس کو دور کردے، اسی طرح جو شخص بھول کر یا جہالت سے بال مونڈ لے یا اپنے بال میں سے کچھ کتر لے یا اپنے ناخن کاٹ لے تو صحیح قول کے مطابق اس پر کچھ نہیں۔

☆ مسلمان خواہ محرم ہو یا غیر محرم، مرد ہو یا عورت اس کو حرم کا شکار کرنا اور اس کے قتل پر آلہ یا اشارہ سے مدد پہنچانا اور اسی طرح شکار کو اس کی جگہ سے

بھڑ کا کر لے جانا حرام ہے، نیز حرم کے درخت اور اس کے سبزہ زاروں کو کاٹنا اور اس کے پڑی ہوئی چیزوں کو اٹھانا حرام ہے، سوائے اس کے جو اس چیز کی تشہیر کرنے والا ہو، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ شہر یعنی مکہ اللہ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک حرام ہے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے، نہ اس کا شکار بھڑ کایا جائے، نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز 'منشد' کے علاوہ کوئی اٹھائے''۔

''منشد'' کہتے ہیں گم شدہ چیز کے اعلان کرنے والے کو، اور ''خلا'' کہتے ہیں تازہ گھاس کو۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ منیٰ اور مزدلفہ حرم میں ہیں اور عرفہ حِل میں (حدود حرم سے باہر) ہے۔

فصل

مکہ میں آنے کے بعد حاجی کیا کرے؟

حاجی جب مکہ پہنچ جائے تو اس کو چاہئے کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے، جب مسجد حرام پہنچے تو مسنون ہے کہ اپنا داہنا پاؤں پہلے داخل کرے اور یہ دعا پڑھے:

''بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ، أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ''

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول پر، میں پناہ مانگتا ہوں اللہ عظمت والے کی اور بزرگ ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی شیطان مردود سے، اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

اور یہی دعا سب مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت پڑھے، مسجد حرام میں داخلہ کے لئے جہاں تک میں جانتا ہوں رسول اللہ ﷺ سے کوئی مخصوص دعا ثابت نہیں۔

مسجد حرام میں داخلہ اور طواف کا بیان

حاجی جب کعبہ کے پاس پہنچے تو اگر وہ تمتع یا عمرہ کرنے والا ہے تو طواف

شروع کرنے سے پہلے لبیک کہنا بند کردے، پہلے حجر اسود کے سامنے آئے، اس کو داہنے ہاتھ سے چھوئے اور اگر ممکن ہو تو بوسہ دے، لیکن کسی کو دھکا دے کر تکلیف نہ پہنچائے، چھوتے وقت **''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ''** یا صرف **''اَللّٰهُ أَكْبَرُ''** کہے، اگر بوسہ مشکل ہو تو ہاتھ یا چھڑی سے اس کو چھوئے، پھر اپنی چھڑی یا ہاتھ کو بوسہ دے، اگر استلام بھی مشکل ہو تو **''اَللّٰهُ أَكْبَرُ''** کہہ کر اشارہ ہی کرلے، لیکن جس چیز سے اشارہ کرے اس کو بوسہ نہ دے۔ طواف صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ طواف کرنے والا حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہو، کیونکہ طواف بھی نماز کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ طواف میں بولنے کی اجازت ہے، بیت اللہ کو طواف کی حالت میں اپنی بائیں جانب کرے، اگر طواف کے شروع میں یہ دعا پڑھے تو بہتر ہے:

''اَللّٰهُمَّ إِيْمَاناً بِكَ وَتَصْدِيْقاً بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ''

''اے اللہ! تجھ پر ایمان لاکر اور تیری کتاب کی تصدیق کرکے اور تیرے عہد کی وفا کرکے اور تیرے نبی محمد ﷺ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے'' (طواف کرتا ہوں)۔

اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے، طواف سات چکر سے کرے، پہلے تین چکر میں رمل کرے، یہ اس طواف میں کرے گا جو مکہ آتے ہی

سب سے پہلے کرتا ہے، خواہ یہ طواف عمرہ کا ہو یا حج تمتع کا یا قران کا یا افراد کا، بقیہ چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلے، ہر چکر حجر اسود سے شروع کر کے اسی پر ختم کرے، ''رمل'' کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے قدم کے ساتھ تیز چلنا، اس پورے طواف میں اضطباع کرنا مستحب ہے، اس کے علاوہ دوسرے طواف میں نہیں۔ ''اضطباع'' کہتے ہیں چادر کا بچلا حصہ اپنے داہنے کندھے کے نیچے کرے اور اس کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر رکھے۔

اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک پڑ جائے تو یقین پر یعنی کم تعداد پر بنیاد رکھے، یعنی اگر شک پڑ جائے کہ تین چکر کئے ہیں یا چار، تو اس کو تین ہی سمجھے، اسی طرح سعی میں بھی کرے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اپنی چادر کو اوڑھ لے اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے چادر کو اپنے دونوں کندھوں پر رکھ لے اور چادر کے کناروں کو سینے پر لٹکا لے۔

عورتوں کے لئے پردہ اور ترک زینت ضروری ہے

عورتوں کے لئے جس چیز سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا ضروری ہے وہ ہے ان کا زینت اور مہکنے والی خوشبوؤں کو لگا کر بے پردگی کے ساتھ طواف کرنا، طواف کی حالت میں پردہ کرنا اور زینت سے پرہیز کرنا ان کے لئے ضروری ہے، اور ان اوقات میں بھی جب مردوں کے ساتھ ان کا ملنا جلنا زیادہ ہو، اس لئے کہ

عورتیں مکمل پردہ ہیں اور فتنہ بھی ہیں اور عورت کا چہرہ اس کی سب سے نمایاں زینت ہے، لہٰذا محرم کے سوا کسی کے سامنے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ (النور:۳۱)

''اور وہ (عورتیں) اپنی زینت کو شوہروں کے سوا (کسی کے لئے) ظاہر نہ کریں''۔

لہٰذا حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت مرد اگر ان کو دیکھتے ہوں تو ان کا چہرہ کھولنا جائز نہیں، اگر حجر اسود چھونے اور بوسہ دینے کی گنجائش میسر نہ ہو تو مردوں کے ساتھ مزاحمت وکشمکش کرنا بھی ان کے لئے جائز نہیں ہے، اس وقت ان کو چاہئے کہ مردوں کے پیچھے ہو کر طواف کریں، یہ ان کے لئے مردوں سے کشمکش کی صورت میں بیت اللہ کے قریب طواف کرنے سے زیادہ بہتر اور ثواب میں بھی زیادہ ہے۔

طواف قدوم کے سوا رمل اور اضطباع کسی اور طواف میں مشروع نہیں اور نہ سعی میں مشروع ہے، اور نہ ہی عورتوں کے لئے رمل اور اضطباع مشروع ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے رمل واضطباع صرف اپنے اس پہلے طواف میں کیا جب آپ مکہ تشریف لائے تھے۔

محرم کو طواف کی حالت میں حدث اور خباثت سے پاک رہنا چاہئے اور اپنے رب کے لئے جھکا ہوا اور اس کے لئے متواضع رہنا چاہئے اور کثرت سے

اللہ کا ذکراور دعا کرتے رہنا چاہئے ، اگر طواف میں کچھ قرآن بھی پڑھتا رہے تو اور بہتر ہے۔

طواف وسعی کی کوئی مخصوص دعانہیں

اس طواف اور سعی میں اوراس کے علاوہ کسی بھی طواف وسعی میں کسی مخصوص ذکر ودعا کا پڑھنا ضروری نہیں، جن لوگوں نے طواف وسعی کے ہر چکر کے لئے ایک ایک مخصوص دعا ایجاد کرلی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ جوبھی ذکر ودعا میسر ہواس کا پڑھنا کافی ہے۔ جب رکن یمانی کے مقابل آئے تو ’’بسم اللہ واللہ اکبر‘‘ کہہ کراپنے داہنے ہاتھ سے اس کو چھولے، لیکن اس کو بوسہ نہ دے، اگر رکن یمانی کا چھونا مشکل ہوتو اس کو چھوڑ کرطواف کرتا رہے اور رکن یمانی کی طرف نہ اشارہ کرے اور نہ اس کے سامنے آکر اللہ اکبر کہے، اس لئے کہ ہمارے علم کی حدتک یہ بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

﴿رَبَّنَـا آتِنَا فِيُ الدُّنُيَا حَسَنَةً وَفِيُ الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ (البقرہ: ۲۰۱)

’’اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کراورآخرت میں بھی بھلائی عطا کراورہمیں جہنم کے عذاب سے بچا‘‘۔

اور جب حجراسود کے سامنے آئے تواس کو چھوئے اور بوسہ دے اوراللہ

اکبر کہے، اگر چھونا اور بوسہ دینا آسان نہ ہو تو جب بھی سامنے آئے تو اس کی طرف اشارہ کرے اور اللہ اکبر کہے، زمزم اور مقام ابراہیم کے پیچھے سے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھیڑ کے وقت تو خاص طور پر پوری مسجد حرام طواف کی جگہ ہے، اگر مسجد کے چھجوں میں طواف کیا جائے تو بھی کافی ہے، لیکن کعبہ کے قریب طواف افضل ہے، بشرطیکہ آسان ہو، طواف سے فارغ ہو کر اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، اگر بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو مسجد کے کسی بھی حصہ میں پڑھ لے۔

ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کا پڑھنا مسنون ہے، افضل یہی ہے، لیکن اگر دوسری سورتیں پڑھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں، طواف کے بعد حجر اسود کا رخ کرے اور اگر ممکن ہو تو نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے اس کو داہنے ہاتھ سے چھو لے۔

سعی اور اس کے آداب کا بیان

باب صفا سے نکل کر صفا پہاڑی کی طرف جائے اور اس پر چڑھ جائے یا اس کے پاس کھڑا ہو جائے، اگر میسر ہو تو صفا پر چڑھنا افضل ہے، پہلا چکر شروع کرتے وقت یہ آیت کریمہ پڑھے:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللَّهِ﴾ (البقرہ:۱۵۸)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں''۔

اور مستحب ہے کہ قبلہ کو سامنے کرے اور اللہ کی حمد بیان کرے اور کہے:

﴿لاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، لاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَـهُ الْـمُـلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ﴾

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے تعریف، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا اس نے تمام جماعتوں کو شکست دی''۔

اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر جس قدر بھی دعا کر سکتا ہو کرے، یہ ذکر اور دعائیں تین مرتبہ پڑھے، پھر اتر کر مروہ کی طرف چلے، جب پہلے سبز نشان پر پہنچے تو مرد چلنے میں تیزی کرے، یہاں تک کہ دوسرے نشان تک پہنچ جائے، لیکن عورت ان دونوں نشانوں کے درمیان نہ دوڑے، اس کے لئے پوری سعی میں صرف چلنا ہے، پھر چل کر مروہ پر چڑھے یا مروہ کے پاس کھڑا ہو جائے، اگر ممکن ہو تو چڑھنا افضل ہے، مروہ پر بھی وہی دعا کرے جو صفا پر کی تھی، البتہ آیت کریمہ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ:۱۵۸) نہ پڑھے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں اس کا صرف پہلے چکر میں صفا پر چڑھتے وقت پڑھنا

مشروع ہے۔

پھر اتر کر چلنے کی جگہ چلے اور دوڑنے کی جگہ دوڑے یہاں تک کہ صفا تک پہنچ جائے ، ایسا سات مرتبہ کرے ، جانا ایک سعی ہے اور لوٹنا ایک سعی ہے، نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ﴾

''مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو''

سعی میں جہاں تک ممکن ہو ذکر ودعا کثرت سے کرنا چاہئے اور حدث ونجاست سے پاک رہنا چاہئے ، اگر بغیر وضو بھی سعی کرے تو کافی ہے، اسی طرح اگر طواف کے بعد عورت کو حیض یا نفاس ہو جائے اور وہ سعی کرے تو اس کی سعی ہو جائے گی ، اس لئے کہ سعی میں طہارت شرط نہیں بلکہ مستحب ہے، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

جب سعی پوری کر لے تو اپنے بال منڈ والے یا چھوٹے کروالے ، مرد کے لئے بال منڈوانا افضل ہے، لیکن اگر عمرہ میں قصر کرلے اور حلق حج کے لئے چھوڑ دے تو بہتر ہے، اگر اس کا مکہ آنا حج کے وقت سے قریب ہو تو اس کے حق میں بال چھوٹے کرانا افضل ہے تا کہ حج میں بقیہ بال منڈ والے ، اس لئے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب جب ۴ر ذی الحجہ کو مکہ آئے تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لائے تھے حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں اور بال چھوٹے

کرالیں، آپ ﷺ نے انہیں بال منڈوانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ بال چھوٹے کرانے کی صورت میں پورے سر سے بال لینا ضروری ہے، سر کے بعض حصے کے بال چھوٹے کرانا کافی نہیں، اسی طرح سر کے بعض حصے کا منڈوانا بھی کافی نہیں۔ اور عورت کے لئے صرف بال چھوٹے کرانا ہی مشروع ہے، اس کو چاہئے کہ اپنی چوٹی سے انگلی کے پور کے برابر بال کاٹ لے، پور انگلی کے سرے کو کہتے ہیں، عورت اس سے زیادہ بال نہ کاٹے۔

اتنی باتیں محرم کرلے تو الحمدللہ اس کا عمرہ پورا ہوگیا اور اس کے لئے ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی، البتہ جو شخص قربانی کا جانور حِل سے لایا ہو وہ اپنے احرام میں باقی رہے گا اور حج وعمرہ دونوں کر کے حلال ہوگا۔

جس شخص نے صرف حج یا حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو اس کے لئے مسنون ہے کہ عمرہ کر کے احرام کھول دے اور جس طرح حج تمتع والا کرتا ہے ایسا ہی وہ بھی کرے، ہاں! اگر جانور ساتھ لایا ہے تب نہیں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا:

﴿لَوْلاَ أَنِّیْ سُقْتُ الْهَدْیَ لأَحْلَلْتُ مَعَكُمْ﴾

''اگر میں جانور نہ لایا ہوتا تو تمہارے ساتھ حلال ہو جاتا''۔

اگر عورت عمرہ کے احرام کے بعد حیض یا نفاس سے دوچار ہو جائے تو پاک ہونے تک نہ بیت اللہ کا طواف کرے نہ صفا ومروہ کی سعی کرے، جب پاک

ہو جائے تو طواف وسعی کرے اور بال بھی چھوٹے کروائے ، اس سے اس کا عمرہ پورا ہو جائے گا،لیکن اگر وہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) سے پہلے پاک نہ ہو سکے تو جہاں ٹھہری ہوئی ہے وہیں سے حج کا احرام باندھ لے اورسب لوگوں کے ساتھ منیٰ چلی جائے ، اس طرح وہ قارنہ ہو جائے گی اورعرفات اورمشعرحرام کے وقوف، کنکری مارنے ،مزدلفہ ومنیٰ میں رات گزارنے ،قربانی کا جانور ذبح کرنے اور بال چھوٹا کرنے میں ایسے ہی کرے جیسا سب حاجی کرتے ہیں، جب پاک ہو جائے تو بیت اللہ کا ایک طواف اور صفا ومروہ کی ایک سعی کرلے ، یہ اس کے حج اور عمرہ دونوں ہی کے لئے کافی ہوگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق کہ ان کو عمرہ کے احرام کے بعد حیض آیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

''حاجی جو کچھ کرتے ہیں تم بھی کرو، صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرنا یہاں تک کہ تم پاک ہو جاؤ''۔ (متفق علیہ)

جب حائضہ اورنفاس والی عورت قربانی کے دن کنکری مارلے اوراپنے بال چھوٹے کرالے تو اس کے لئے وہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی جو احرام کی وجہ سے حرام تھیں، جیسے خوشبو وغیرہ ،سوائے شوہر کے یہاں تک کہ اپنا حج پورا کرلے، جب دوسری پاک عورتوں کی طرح وہ بھی اپنا حج پورا کرلے اور پاک ہونے کے بعد طواف وسعی کرلے تو اس کے لئے اس کا شوہر بھی حلال ہو جائے گا۔

فصل

۸/ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منیٰ جانے کا بیان

جب آٹھویں ذی الحجہ (یوم الترویہ) آئے تو جو لوگ عمرہ سے حلال ہو کر مکہ میں مقیم ہوں اور اہل مکہ میں سے جو لوگ حج کا ارادہ رکھتے ہوں وہ اپنے گھروں سے حج کا احرام باندھیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب مقام ابطح میں مقیم تھے اور آپ کے حکم سے یوم الترویہ کو اپنی قیامگاہ ہی سے حج کا احرام باندھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بیت اللہ جائیں اور اس کے پاس سے یا میزاب کے پاس سے احرام باندھیں، اسی طرح آپ ﷺ نے ان کو منیٰ کے جانے کے وقت طواف وداع کا بھی حکم نہیں دیا تھا، اگر یہ مشروع ہوتا تو آپ ﷺ صحابہ کو ضرور بتلاتے، اور بھلائی تو سب کی سب نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتباع میں ہے۔

حج کے احرام کے وقت غسل کرنا اور خوشبو استعمال کرنا اور صاف وستھرا ہونا مستحب ہے جیسے میقات کے پاس احرام باندھتے وقت کیا جاتا ہے۔

یوم الترویہ کو حج کا احرام باندھنے کے بعد زوال سے پہلے یا بعد منیٰ جانا مسنون ہے اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرنے تک کثرت سے لبیک پکارنا چاہئے، حجاج ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر منیٰ ہی میں پڑھیں گے۔سنت یہ ہے کہ ہر نماز اپنے

وقت پر قصر پڑھی جائے، جمع نہ کی جائے سوائے مغرب اور فجر کے، کیونکہ ان میں قصر جائز نہیں، اس میں اہل مکہ اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ اور دوسروں کو منیٰ اور عرفہ اور مزدلفہ میں قصر ہی نماز پڑھائی تھی اور مکہ والوں کو نماز پوری پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا، اگر یہ ضروری ہوتا تو آپ ﷺ ان سے بیان کر دیتے۔

عرفہ جانے کا بیان

عرفہ کے دن آفتاب نکلنے کے بعد حاجی منیٰ سے عرفہ کی طرف جائیں گے، اور مسنون یہ ہے کہ لوگ زوال تک مقام نمرہ میں ٹھہرے رہیں بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اقتدا ہو جائے، آفتاب ڈھلنے کے بعد امام یا اس کا نائب لوگوں کو ایسا مناسب حال خطبہ دے جس میں اس دن اور اس دن کے بعد والے دن کے لئے ان باتوں کا ذکر ہو جو حاجی کے لئے مشروع ہیں، خطیب لوگوں کو تقویٰ، توحید الٰہی اور اخلاص فی العمل کی تاکید کرے، انہیں حرام باتوں سے ڈرائے، کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ کو مضبوط پکڑنے کی وصیت کرے اور کتاب اللہ وسنت رسول کو اپنے تمام کاموں میں فیصلہ کن بنانے کی ترغیب دے، تاکہ ان تمام باتوں میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا ہو، خطبہ کے بعد لوگ ظہر وعصر اول وقت میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے فعل کے مطابق قصر اور جمع پڑھیں۔ (صحیح مسلم بروایت جابر رضی اللہ عنہ)۔

عرفات میں وقوف اور اس کے آداب کا بیان

اس کے بعد لوگ مقام عرفہ میں وقوف کریں، بطن عرنہ کے علاوہ پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے، اگر میسر ہو تو قبلہ اور جبل رحمت کو سامنے کرنا مستحب ہے، اگر دونوں کو سامنے کرنا میسر نہ ہو تو قبلہ کو سامنے کر لے اور جبل رحمت کو سامنے نہ کرے۔ اس وقوف میں حاجی کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس سے دعا، اس کی طرف آہ وزاری میں پوری جدوجہد کرے، دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھائے، اگر لبیک پکارتا رہے اور قرآن بھی پڑھتا رہے تو اور بھی بہتر ہے اور اس دعا کو بکثرت پڑھنا مسنون ہے:

﴿لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''سب سے اچھی دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے اچھی دعا جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کی وہ یہ ہے:

﴿لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے

لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اور رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ چار کلمے اللہ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ﴾

اس دعا کو خشوع وخضوع اور حضور قلب کے ساتھ کثرت سے بار بار پڑھنا چاہئے، اسی طرح شرع میں جو دوسرے اذکار اور دعائیں دوسرے اوقات کے لئے آئی ہیں ان کو بھی کثرت سے پڑھے، خصوصیت سے اس جگہ اور اس عظیم دن میں اور بھی پڑھنا چاہئے اور جامع اذکار اور دعاؤں کو خصوصیت سے منتخب کرنا چاہئے، جن میں سے خاص طور سے یہ دعائیں ہیں:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾

''پاک ہے اللہ اور اس کی حمد بیان کرتے ہیں، پاک ہے اللہ عظمت والا''۔

﴿لاَ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۸۷)

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں''۔

﴿لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلاَ نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہم سب اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں

کرتے ، اسی کے لئے نعمت ہے اور فضل ، اور اسی کے لئے اچھی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، ہم اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں خواہ کافر پسند نہ کریں''۔

﴿لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إلَّا بِاللّٰهِ﴾

''نہیں ہے کسی کوزور اور قوت اللہ کے سوا''۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِيْ الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرہ:۲۰۱)

''اے ہمارے رب ! عطا کر ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہمیں جہنم کے عذاب سے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ اَلَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ، وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَایَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ، وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِيْ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ﴾

''اے اللہ! میرے لئے میرے دین کو سدھار دے جو میرے کام کی عصمت ہے، اور میرے لئے میری دنیا سدھار دے جس میں میری روزی ہے، اور میرے لئے میری آخرت سدھار دے جس میں مجھے لوٹ کر جانا ہے، اور میری زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں زیادتی کا باعث بنا دے، اور موت کو میرے لئے ہر برائی سے راحت کا سبب بنا دے''۔

﴿أعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلاَءِ، وَدَرَکِ الشِّقَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتِةِ الأعْدَاءِ﴾

''پناہ چاہتا ہوں اللہ کی آزمائش کی سختی سے، اورنحوست کے پانے سے، اور برے فیصلہ سے اور دشمنوں کے ہنسنے سے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ إنِّیْ أعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ، وَمِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ، وَمِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَمِنَ الْمَأثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ﴾

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور غم سے، عاجزی وسستی سے، بزدلی اور بخل سے، گناہ اور قرض سے، قرض کے غلبہ اور لوگوں کے دباؤ سے''۔

﴿أعُوْذُ بِکَ اللّٰهُمَّ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَیِّءِ الأسْقَامِ﴾

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برص سے، جنون سے، کوڑھ سے اور بری بیماریوں سے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ إنِّیْ أسْألُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ﴾

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں درگزر کا اور دنیا وآخرت میں عافیت کا''۔

﴿اَللّٰهُمَّ إنِّیْ أسْألُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَایَ وَأهْلِیْ وَمَالِیْ﴾

''اے اللہ! میں تجھ سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین و دنیا اور اہل و مال کے بارے میں''۔

﴿اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَآمِنْ رَوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدِيْ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَأعُوْذُ بِعَظْمَتِکَ أنْ أغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ﴾

''اے اللہ! میرے عیوب کو چھپادے اور مجھے خوف سے محفوظ رکھ اور میری حفاظت کر میرے سامنے سے اور پیچھے سے اور دائیں بائیں اور اوپر سے، اور میں تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں نیچے سے اچک لیا جاؤں''۔

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَإسْرَافِيْ فِيْ أمْرِيْ وَمَا أنْتَ أعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ﴾

''اے اللہ! میرے لئے بخش دے میری خطا اور نادانی کو اور میرے کام میں میری زیادتی کو اور جو کچھ بھی تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَئِيْ وَعَمَدِيْ وَکُلَّ ذٰلِکَ عِنْدِيْ﴾

''اے اللہ! میری حقیقت، مذاق، خطا اور ارادے کو بخش دے، اور یہ سب ہی میرے پاس ہے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أخَّرْتُ، وَمَا أسْرَرْتُ وَمَا أعْلَنْتُ، وَمَا أنْتَ أعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، أنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأنْتَ عَلَىٰ کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اے اللہ! معاف کر دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور بعد میں کیا اور جو کچھ خفیہ کیا اور کچھ اعلانیہ کیا اور جس کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے، تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے، اور تو ہر چیز پر قادر ہے''۔

﴿اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الثَّبَاتَ فِیْ الأَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَیٰ الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ، وَأَسْأَلُکَ قَلْباً سَلِیْماً وَلِسَاناً صَادِقاً، وَأَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ، إِنَّکَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کام میں ثبات قدمی کا اور ہدایت پر استقلال کا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری نعمت پر شکر کا اور تیری عبادت اچھی طرح کرنے کا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں قلب سلیم کا اور سچی زبان کا، اور سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جس کو تو جانتا ہے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس برائی سے جس کو تو جانتا ہے، اور مغفرت چاہتا ہوں تجھ سے اس برائی کی جس کو تو جانتا ہے، بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے''۔

﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَأَذْهِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَأَعِذْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا أَبْقَیْتَنِیْ﴾

''اے اللہ! محمد نبی ﷺ کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصہ کو دور کر دے اور گمراہ کن فتنوں سے مجھے بچا جب تک تو مجھ کو زندہ رکھے''۔

﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، رَبَّنَا

وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، أَنْتَ الأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ﴾

''اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے رب! اور عرش عظیم کے رب! ہمارے اور ہر چیز کے رب! دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے! تورات، انجیل اور قرآن کو اتارنے والے! ہر اس چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں تو جس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے، تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں، اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں، اور تو ہی باطن ہے تیرے ماوراء کوئی چیز نہیں، میری طرف سے قرض ادا کردے اور مجھے فقر سے بے نیاز کردے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ أَعْطِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلاَهَا﴾

''اے اللہ! عطا کر میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری، اور اس کو پاک کردے تو ہی سب سے اچھا پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور مولا ہے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں مجبوری اور سستی سے، اور تیری پناہ چاہتا

ہوں بزدلی اور بڑھاپے اور بخیلی سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ لَکَ أسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ وَإلَيْکَ أنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ، أعُوْذُ بِعِزَّتِکَ أنْ تُضِلَّنِیْ، لاَ إلٰهَ إلَّا أنْتَ، أنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لاَ يَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالإنْسُ يَمُوْتُوْنَ﴾

''اے اللہ! میں تیرا فرماں بردار ہوا، اور تیری ذات پر ایمان لایا، اور تیرے اوپر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوا، اور تیرے سہارے لڑا، میں پناہ چاہتا ہوں تیری عزت کی کہ تو مجھے گمراہ کرے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو زندہ ہے مرے گا نہیں، جبکہ جن وانسان مرجائیں گے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ إنِّیْ أعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا﴾

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے، اور اس قلب سے جو خوف نہ کھائے، اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو، اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الأخْلاَقِ وَالأعْمَالِ وَالأهْوَاءِ وَالأدْوَاءِ﴾

''اے اللہ! مجھ کو برے اخلاق اور برے اعمال اور بری خواہشات اور بیماریوں سے بچا''۔

﴿اَللّٰهُمَّ ألْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَأعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ﴾

''اے اللہ! مجھے میری ہدایت کی خبر کر، اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچا''۔

﴿اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلاَلِکَ عَنْ حَرَامِکَ، وَأَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ﴾

''اے اللہ! میری کفایت کر اپنے حلال کے ذریعہ تیرے حرام سے، اور اپنے فضل کے ذریعہ تیرے ماسوا سے مجھے بے نیاز کر دے''۔

﴿اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْھُدَیٰ وَالتُّقَیٰ وَالْعَفَافَ وَالْغِنَیٰ﴾

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا، اور پارسائی کا، اور پاک دامنی اور بے نیازی کا''۔

﴿اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْھُدَیٰ وَالسَّدَادَ﴾

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت اور درستگی کا''۔

﴿اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَأَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْهُ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْهُ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ﴾

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر بھلائی کا جلد آنے والی اور دیر میں آنے والی جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر برائی سے جلد آنے والی اور دیر میں آنے والی، جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں

جانا، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جس کو تیرے بندے اور نبی محمد ﷺ نے مانگا، اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کی برائی سے جس سے تیرے بندے اور نبی محمد ﷺ نے پناہ مانگی''۔

﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُکَ أَنْ تَجْعَلَ کُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِیْ خَيْراً﴾

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور اس عمل یا قول کا جو جنت سے قریب کردے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم سے اور اس قول یا عمل سے جو جہنم سے قریب کرے، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کا کہ ہر اس فیصلے کو جو تو نے میرے لئے مقرر کیا ہے اس کو میرے لئے بھلا و بہتر کردے''۔

﴿لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریف، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَکْبَرُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ﴾

''پاک ہے اللہ، اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود

نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اور نہ کوئی زور ہے نہ قوت مگر اللہ بلند عظمت والے کی توفیق سے''۔

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ﴾

''اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے، اور برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر، جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر، بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے''۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرہ:۲۰۱)

''اے ہمارے رب! ہمیں عطا کر دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا''۔

عرفات کے اس عظیم موقف میں حاجی کو چاہئے کہ مذکورہ بالا اذکار اور دعائیں اور اس مفہوم کی دوسری دعائیں اور اذکار پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے، دعا میں آہ وزاری کرے اور اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی بھلائیاں مانگے۔ نبی کریم ﷺ جب دعا مانگتے تو دعا کو تین تین بار دہراتے تھے،

لہذا اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرنی چاہئے۔

عرفات کے اس میدان میں مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور اس کے سامنے عاجزی وزاری کریں، اس کی بارگاہ میں جھکیں، اس کے سامنے انکساری کریں، اس کی رحمت ومغفرت کی امید رکھیں، اور اس کے عذاب وناراضگی سے ڈریں، اپنے نفس کا حساب لیں اور خالص توبہ کی تجدید کریں، اس لئے کہ یہ بہت بڑی عظمت اور بڑے اجتماع کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سخاوت کرتا ہے اور ان کے ذریعہ اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور اس دن کثرت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، اور یوم عرفہ سے زیادہ کسی اور دن شیطان کو ذلیل وحقیر اور پریشان ہوتے نہیں دیکھا گیا، سوائے بدر کے دن کے، اس لئے کہ شیطان دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر کتنا فضل واحسان کرتا ہے اور کتنی کثرت سے وہ لوگوں کو جہنم سے آزاد اور معاف کرتا ہے، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''عرفہ سے زیادہ کسی اور دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا، اور وہ اس دن بندوں سے قریب ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟''۔

لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ کو اپنی طرف سے بھلائی دکھائیں اور اپنے دشمن شیطان کو ذلیل کریں اور کثرت سے ذکر ودعا اور تمام گناہوں سے استغفار

وتو بہ کر کے شیطان کو مغموم کریں، آفتاب غروب ہونے تک حجاج برابر ذکر و دعا اور آہ وزاری میں مشغول رہیں۔

جب آفتاب غروب ہو جائے تو سکون اور وقار کے ساتھ مزدلفہ کی طرف لوٹیں، کثرت سے لبیک پکاریں اور جہاں راستہ کھلا ملے نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں وہاں ذرا تیز چلیں، عرفات سے آفتاب غروب ہونے سے پہلے واپس آنا جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ آفتاب غروب ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ﴾

''مجھ سے اپنے حج کے مسائل سیکھ لو''۔

مزدلفہ میں رات گزارنے کا بیان

لوگ جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو فوراً پہلے مغرب تین رکعات اور عشاء دو رکعت ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کر کے پڑھیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا، مزدلفہ میں لوگ مغرب کے وقت پہنچیں یا عشاء کے وقت نماز کی ترتیب یہی ہونی چاہئے۔

جو لوگ مزدلفہ پہنچتے ہی نماز سے پہلے کنکریاں چننے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی مشروع ہے تو ایسا کرنا بالکل غلط ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مشعر الحرام سے واپسی پر کنکری چننے کا حکم دیا تھا، جس جگہ سے بھی کنکری چن لی

جائی کافی ہے، مزدلفہ ہی سے چننے کو خاص نہ کیا جائے، بلکہ منیٰ سے بھی چننا جائز ہے، آج کے دن نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں صرف جمرۃ العقبہ کو رمی کرنے کے لئے سات کنکریاں چننا سنت ہے، بقیہ تین دن منیٰ ہی سے ہر روز اکیس کنکریاں چنی جائیں اور تینوں جمرات کو ماری جائیں۔

کنکریوں کو دھونا مستحب نہیں، بغیر دھوئے ہی مارنا چاہئے، کیونکہ کنکریوں کو دھونا نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے نہ آپ کے اصحاب سے، البتہ استعمال شدہ کنکریوں کو دوبارہ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

عورتوں اور بچوں کو نصف شب کے بعد منیٰ بھیجنا جائز ہے

حاجی کو آج کی رات مزدلفہ ہی میں گزارنی ہوگی، البتہ کمزور عورتوں اور بچوں وغیرہ کو اگر اخیر رات میں منیٰ بھیج دیں تو عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے، لیکن ان کے علاوہ دوسرے حجاج کے لئے ضروری ہے کہ نماز فجر پڑھنے تک مزدلفہ ہی میں مقیم رہیں، نماز فجر کے بعد قبلہ کو سامنے کر کے مشعر الحرام کے سامنے کھڑے ہوں اور کثرت سے ذکر الٰہی اور تکبیر اور دعا کریں، یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو جائے، دعا کے دوران ہاتھ اٹھانا مستحب ہے، کوئی ضروری نہیں کہ حاجی مشعر الحرام ہی کے قریب کھڑے ہوں، بلکہ جہاں کہیں کھڑے ہو جائیں کافی ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''میں یہاں یعنی مشعر الحرام کے قریب کھڑا ہوا اور پورا مزدلفہ کھڑے

ہونے کی جگہ ہے''۔ (صحیح مسلم)۔

صبح روشن ہوتے ہی منیٰ جانا اور کنکری مارنا

جب صبح خوب روشن ہو جائے تو آفتاب نکلنے سے پہلے منیٰ کی طرف کوچ کر جائیں اور چلتے ہوئے کثرت سے لبیک پکاریں، جب وادی محسر آجائے تو ذرا جلدی سے گزریں، منیٰ پہنچ کر جمرۃ العقبہ کے پاس لبیک کہنا بند کردیں، وہاں پہنچتے ہی جمرہ کو پے در پے سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری کے وقت ہاتھ اٹھائیں اور الله اکبر کہیں، مستحب یہ ہے کہ کنکری مارتے وقت کعبہ کو اپنی بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب کر کے وادی کے اندر سے کنکری ماریں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا، اگر دوسری جانب سے بھی ماردیا اور کنکری رمی کی جگہ پر پڑ گئی تو کافی ہے، یہ ضروری نہیں کہ کنکری رمی کی جگہ میں باقی رہے، بلکہ ضروری یہ ہے کہ اس میں گر جائے، اگر لگ کر نکل جائے تو اہل علم کے مشہور قول کے مطابق کافی ہے، جس کی صراحت امام نووی نے شرح المہذب میں کی ہے، کنکریاں خزف کے برابر ہونی چاہئیں جو چنے سے کچھ بڑی ہوتی ہے۔

کنکری مارنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے، ذبح کرتے وقت **''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ''** کہنا چاہئے اور جانور کو قبلہ رخ کرنا چاہئے۔

اونٹ ذبح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ کھڑا ہوا اور اس کا بایاں ہاتھ بندھا ہوا ہو، گائے اور بکری کو بائیں پہلو پر ذبح کرنا چاہئے، اگر قبلہ کے علاوہ

دوسری طرف رخ کر کے ذبح کر دیا تو سنت چھوٹ جائے گی، لیکن ذبیحہ حلال ہو جائے گا، کیونکہ ذبح کے وقت قبلہ رخ کرنا سنت ہے واجب نہیں، اپنی قربانی کے جانور میں سے خود کھانا اور ہدیہ دینا اور صدقہ کرنا مستحب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ (الحج:۲۸)

''اس میں سے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ''۔

قربانی کے ایام کا بیان

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق قربانی کا وقت ایام تشریق کے تیسرے دن آفتاب ڈوبنے تک ہے، لہٰذا قربانی کے کل چار دن ہوئے، دسویں ذی الحجہ اور تین دن اس کے بعد۔

جانور نحر یا ذبح کرنے کے بعد حاجی اپنا سر منڈالے یا بال چھوٹے کرالے، لیکن حلق (سر منڈانا) افضل ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حلق کرانے والوں کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا تین بار فرمائی اور قصر کرنے والوں کے لئے ایک مرتبہ۔ سر کے کچھ حصے کے بال کٹوانا کافی نہیں، بلکہ منڈانے کی طرح پورے سر کے بال چھوٹے کرانا بھی ضروری ہے، اور عورت انگلی کے پور کے برابر اپنی چوٹیوں میں سے کاٹ لے۔

کنکری مارنے اور بال منڈانے کے بعد محرم کے لئے عورت کے سوا وہ سب

چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھیں ۔اس حلال ہونے کو تحلل اول کہا جاتا ہے ، اس تحلل کے بعد حاجی کے لئے خوشبو لگانا اور مکہ جا کر طواف کرنا مسنون ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے اور حلال ہونے کے لئے طواف بیت اللہ سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی''۔(بخاری ومسلم)

اس طواف کو''طواف افاضہ''اور''طواف زیارت'' بھی کہا جاتا ہے، جو حج کا ایک رکن ہے، اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا۔اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا:

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج:۲۹)

''چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں، اپنی منتیں پوری کریں اور پرانے گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں''۔

طواف اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اگر حاجی متمتع ہے تو صفا اور مروہ کی سعی کرے گا، یہ سعی اس کے حج کے لئے ہوگی اور اس کی پہلی سعی عمرہ کے لئے تھی۔

متمتع حاجی کے لئے ایک سعی کافی نہیں

علماء کے اصح قول کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی روشنی میں متمتع کے لئے ایک سعی کافی نہیں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے نکلے، اس حدیث میں وہ آگے چل کر کہتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھے اور عمرہ وحج دونوں کر کے حلال ہو''۔ آگے فرماتی ہیں: ''جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ بیت اللہ اور صفا ومروہ کا طواف وسعی کر کے حلال ہو گئے، پھر جب وہ منیٰ سے واپس آئے تو حج کے لئے دوسرا طواف کیا''۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا حج کے بعد منیٰ سے واپس آ کر انہوں نے دوبارہ طواف کیا، تو اس طواف سے مراد صفا ومروہ کا طواف (سعی) ہے، جو اس حدیث کی تشریح میں سب سے صحیح قول ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے حضرت عائشہ کی مراد طواف افاضہ ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ طواف افاضہ تو سب کے لئے رکن ہے، جس کو سبھی نے کیا، اس طواف سے مراد وہ طواف ہے جو متمتع حاجی کے ساتھ خاص ہے، یعنی صفا ومروہ کی دوبارہ سعی جو حج کی تکمیل کے بعد منیٰ سے واپسی کے بعد کی جاتی ہے، اور اللہ کا شکر ہے کہ مسئلہ بالکل واضح ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول بھی ہے، اس کی صحت پر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مہاجرین وانصار اور نبی کریم ﷺ کی

ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا، جب ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے حج کے احرام کو عمرہ بنالو، سوائے ان لوگوں کے جن کے پاس قربانی کا جانور موجود ہو''۔ چنانچہ ہم نے بیت اللہ اور صفا ومروہ کا طواف کیا، اپنی عورتوں کے پاس بھی آئے اور کپڑے بھی پہن لئے، آپ نے ان کے بارے میں جن کے پاس جانور تھے فرمایا کہ وہ ایسا نہ کریں، کیونکہ وہ اس وقت تک حلال نہ ہوں گے جب تک قربانی کا جانور اپنی جگہ یعنی منیٰ میں نہ پہنچ جائے، آٹھویں ذی الحجہ کی شام کو ہمیں آپ نے حکم فرمایا کہ ہم حج کا احرام باندھیں، جب ہم تمام مناسک حج سے فارغ ہوگئے تو مکہ آئے اور بیت اللہ اور صفا ومروہ کا طواف کیا......الخ۔ اس تفصیل سے ہمارا مقصود پورا ہوگیا، اس میں متمتع حاجی کے لئے دومرتبہ سعی کی صراحت موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

رہی وہ حدیث جس کو مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے صفا ومروہ کا صرف ایک یعنی پہلا ہی طواف کیا تھا، تو یہ ان صحابہ کرام کے بارے میں ہے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ اپنے احرام میں باقی رہ گئے تھے، یہاں تک کہ وہ حج وعمرہ سے فارغ ہوکر حلال ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے بھی حج وعمرہ ہی کا احرام باندھا تھا اور جو لوگ قربانی کا جانور لائے تھے ان کو حکم فرمایا کہ وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھیں اور جب تک دونوں سے فارغ نہ ہوجائیں

حلال نہ ہوں۔ اور حج وعمرہ کو اکٹھا کرنے والے (قارن) پر ایک ہی سعی ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے اور دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح جس نے صرف حج کا احرام باندھا اور قربانی کے دن تک اپنے احرام میں باقی رہا اس پر بھی ایک ہی سعی ہے، لہٰذا جب قارن اور مفرد طواف قدوم کے بعد سعی کرلیں تو طواف افاضہ کے بعد کی سعی کے لئے یہ کافی ہو جائے گی، اس طرح حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عباس کی حدیث اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی حدیث کے درمیان جمع وتطبیق ہو جاتی ہے اور اس سے تعارض بھی دور ہو جاتا ہے اور تمام احادیث پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

اس جمع وتطبیق کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ اور ابن عباس کی احادیث صحیحہ نے متمتع کے حق میں دوسری سعی کو ثابت کیا اور حضرت جابر کی حدیث کا ظاہر متن اس کی نفی کرتا ہے، اور علم الاصول اور مصطلح حدیث کے مطابق مثبت، منفی پر مقدم ہوتا ہے، **والله سبحانه وتعالیٰ الموفق للصواب، ولا حول ولا قوة إلا بالله.**

فصل

یوم النحر کو پہلے رمی پھر نحر پھر حلق پھر طواف کرنا چاہئے

حاجی کے لئے افضل یہ ہے کہ یوم النحر کو یہ چاروں کام مذکورہ ترتیب کے ساتھ ادا کرے، یعنی پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی، پھر نحر، پھر حلق یا قصر، پھر بیت اللہ کا طواف، اس کے بعد متمتع کے لئے سعی اور مفرد وقارن بھی اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کئے ہوں تو ان کے لئے بھی سعی ضروری ہے، اگر ان چاروں میں سے کسی کو کسی پر مقدم کر دیا جائے تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے اس کی رخصت کا ثبوت موجود ہے، اور سعی کو طواف سے پہلے کر لینا بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ یہ بھی یوم النحر کو کئے جانے والے کاموں میں سے ایک ہے، لہٰذا صحابی کے اس قول میں داخل ہوگا کہ اس دن (یوم النحر کو) جو کام بھی مقدم ومؤخر کیا گیا اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا: ''کرو، کوئی حرج نہیں''۔ اور اس وجہ سے بھی کہ سعی کو مقدم ومؤخر کرنے میں بھول اور لاعلمی واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا یہ بھی ''کرو، کوئی حرج نہیں'' کے عموم میں داخل ہوگا، کیونکہ اس میں حجاج کے لئے آسانی اور سہولت ہے، اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے طواف سے پہلے سعی کر لی تھی تو آپ نے فرمایا: ''کرو، کوئی حرج نہیں''۔ اس حدیث کو ابوداود نے

اسامہ بن شریک سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ طواف اور سعی کا مقدم ومؤخر کرنا بلاشبہ اس عموم میں داخل ہے، واللہ الموفق۔

جن کاموں سے حاجی پورے طور پر حلال ہوجاتا ہے وہ تین ہیں: جمرۃ العقبہ کو کنکری مارنا، بال منڈانا یا کتروانا، اور طواف افاضہ، اور اس کے بعد ان کے لئے سعی جس کا ذکر کیا گیا، جب یہ تینوں کام کرلے تو اس کے لئے ہر چیز حلال ہوگئی، مثلاً عورت وخوشبو وغیرہ جو احرام کی وجہ سے حرام تھی اور جس نے اس میں سے دو کام کئے تو اس کے لئے عورت کے سوا بقیہ چیزیں حلال ہوجائیں گی اور اسے تحلل اول کہا جاتا ہے۔

حاجی کے لئے زمزم کا پانی پینا اور خوب آسودہ ہونا مستحب ہے، زمزم کا پانی پیتے وقت جتنی بھی مفید دعائیں یاد ہوں کرنی چاہئیں، زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جاتا ہے پوری ہوتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زمزم کے پانی کے بارے میں فرمایا:

''وہ غذا ہے''۔

ابوداود میں اتنا زیادہ ہے:

''زمزم بیماری کے لئے شفا بھی ہے''۔

منیٰ کے لئے واپسی اور وہاں تین دن کا قیام

طواف افاضہ اور جن پر سعی واجب ہے ان کے صفا ومروہ کی سعی کے بعد حجاج منیٰ جائیں اور وہاں تین دن اور تین راتیں قیام کریں اور ہر دن آفتاب ڈھلنے کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں۔

کنکری مارنے میں اس ترتیب کا لحاظ کرنا ضروری ہے: پہلے اس جمرہ سے رمی شروع کرنی چاہئے جو مسجد خیف کے قریب ہے، اس کو متواتر سات کنکریاں مارنی چاہئے اور ہر کنکری کے ساتھ ہاتھ اٹھانا چاہئے، مسنون یہ ہے کہ جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جائے اور اس کو اپنی بائیں جانب کرلے اس طرح کہ قبلہ سامنے ہو اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھالے اور خوب دعا وآہ وزاری کرے۔

پھر پہلے کی طرح دوسرے جمرہ کو کنکری مارے، مسنون یہ ہے کہ رمی کے بعد تھوڑا آگے بڑھ جائے اور جمرہ کو داہنی جانب اور قبلہ سامنے کرلے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر خوب دعا مانگے۔

پھر تیسرے جمرے کو کنکری مارے، لیکن وہاں ٹھہرے نہیں۔

اسی طرح دوسرے دن زوال کے بعد ان تینوں جمرات کو کنکری مارے اور جس طرح پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس پہلے دن کیا تھا ویسے ہی دوسرے دن کرے، تاکہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا پوری ہو۔

ایام تشریق کے پہلے دو دنوں میں رمی کرنا حج کے واجبات میں سے ہے، اس

طرح پہلی اور دوسری رات منیٰ میں گزارنا واجب ہے، سوائے پانی پلانے والوں اور چرواہوں کے اور جو ان کے حکم میں ہوں، ان کے لئے منیٰ میں رات گزارنا ضروری نہیں۔

پہلے دو دنوں کی رمی کے بعد جو منیٰ سے جلد جانا چاہے اس کے لئے جائز ہے، لیکن اس کو آفتاب ڈوبنے سے پہلے ہی نکل جانا چاہئے۔ لیکن جو تاخیر کرے اور تیسری رات بھی گزارے اور تیسرے دن بھی جمرات کو کنکری مارے تو یہ افضل اور ثواب میں زیادہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾ (البقرہ:۲۰۳)

''ان چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو، جو شخص (منیٰ میں) دو دن قیام کر کے واپسی کی جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور نہ اس شخص پر کوئی گناہ ہے جو تاخیر کر کے جائے، یہ اللہ سے ڈرنے والے کے لئے ہے''۔

تاخیر کرنا افضل اس لئے بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو تعجیل کرنے کی رخصت دی، لیکن خود تعجیل نہیں کی، بلکہ منیٰ میں ٹھہر کر ۱۳ تاریخ تک زوال کے بعد جمرات کو کنکری ماری، پھر ظہر پڑھنے سے پہلے آپ وہاں سے کوچ کر گئے۔

بچوں، بیماروں، بوڑھوں اور حاملہ عورتون کی طرف سے رمی کرنا

چھوٹے بچے جو کنکری نہیں مار سکتے ان کے ولی کے لئے جائز ہے کہ اپنی طرف سے کنکری مارنے کے بعد ان کی طرف سے بھی کنکری مارے، اسی طرح چھوٹی بچی جو کنکری نہیں مارسکتی اس کی طرف سے اس کا ولی کنکری مارسکتا ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے، ہم نے بچوں کی طرف سے لبیک بھی پکارا اور رمی بھی کی''۔ (ابن ماجہ)

جو شخص اپنی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے، یا عورت اپنے حمل کی وجہ سے کنکری نہ مارسکتی ہو وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کرسکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن:١٦)

''جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو''۔

چونکہ یہ لوگ جمرات کے پاس لوگوں کی بھیڑ برداشت نہیں کرسکتے اور رمی کا وقت فوت ہوجائے گا جس کی قضا مشروع نہیں، اس لئے ان کے لئے جائز ہے کہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کردیں، دوسرے مناسک کے برخلاف جن کی ادائیگی کے لئے نیابت جائز نہیں، خواہ اس کا حج نفلی ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا خواہ وہ نفلی ہی سہی ان کا پورا کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ (البقرہ:۱۹٦)

''اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو''۔

اور طواف وسعی کا زمانہ فوت نہیں ہوتا، لیکن رمی کا وقت جو محدود ہے فوت ہو جاتا ہے، جہاں تک عرفہ کے وقوف اور مزدلفہ اور منیٰ میں رات گزارنے کی بات ہے، تو بلا شبہ اس کا وقت بھی فوت ہو جاتا ہے، لیکن کسی معذور کے لئے تکلیف اٹھا کر ان جگہوں میں پہنچ جانا ممکن ہے، لیکن رمی کے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں، نیز معذور کے لئے رمی میں نائب بنانا سلف صالحین سے ثابت ہے، لیکن دوسرے مناسک کے لئے ثابت نہیں ہے، اور عبادات کا معاملہ توقیفی ہے، یعنی ان کا دارومدار شریعت کی خبر ہے، لہذا کسی کے لئے جائز نہیں کہ دلیل کے بغیر کسی چیز کو مشروع کرے۔ نائب کے لئے جائز ہے کہ پہلے اپنی طرف سے رمی کرے، پھر اپنے موکل کی طرف سے ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے، یہ ضروری نہیں کہ پہلے تینوں جمرات کو اپنی طرف سے رمی کرے، پھر اپنے موکل کی طرف سے دوبارہ سب کی رمی کرے، کیونکہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں اور علماء کا سب سے صحیح قول یہی ہے۔ اور اس کے خلاف کرنے میں تکلیف ومشقت بھی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸)

''اور اللہ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی''۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’آسانی کرو،سختی مت کرو‘‘۔

نیز رسول اللہﷺ کے کسی صحابی سے ایسا مروی نہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں اور کمزوروں کی طرف سے دوبارہ لوٹ کر رمی کی ہو، اگر ایسا کئے ہوتے تو ضرور منقول ہوتا، کیونکہ نقل وروایات کے لئے ہمتیں پوری موجود تھیں۔ واللہ اعلم۔

فصل

متمتع اور قارن پردم واجب ہے

حاجی جب متمتع یا قارن ہواور وہ مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہوتو اس پر ایک قربانی واجب ہے، دم خواہ ایک بکری ہو یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ اور ضروری ہے کہ یہ جانور حلال مال اور پاکیزہ کمائی سے ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہےاور پاکیزہ چیز ہی کوقبول کرتا ہے۔

مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ قربانی کے لئے ہو یا غیر قربانی کے لئے لوگوں سےسوال کرنے سے بچے، خواہ وہ بادشاہ ہوں یا کوئی اور ہوں، جب اللہ اس کے مال میں اتنی آسانی پیدا کردے کہ وہ اپنے پاس سے قربانی دے لےاور دوسروں کی کمائی سے خودکو بے نیاز کردے، جیسا کہ بے شمار احادیث میں سوال کی مذمت اور اس کا عیب بیان کیا گیا ہے اور جولوگ سوال نہیں کرتے ان کی تعریف کی گئی ہے۔

جس کے پاس جانور نہ ہو وہ تین دن ایام حج میں اور سات دن گھر جا کر روزہ رکھے

اگر متمتع اور قارن جانور ذبح کرنے سے عاجز ہوں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ ایام حج میں تین دن روزہ رکھیں اور جب گھر لوٹ جائیں تو سات دن اور روزہ رکھیں، ان کو اختیار ہے کہ یہ تینوں روزے یوم النحر سے پہلے ہی رکھ لیں یا ایام

تشریق کے تینوں دنوں میں رکھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

''جس نے حج کا زمانہ آنے تک عمرہ کا فائدہ اٹھایا، وہ حسب مقدور جانور ذبح کرے، اگر جانور میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانے میں رکھے اور سات گھر پہنچ کر، اس طرح پورے دس روزے رکھ لے، یہ رعایت اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مکہ میں نہ ہوں''۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی صرف اسی کو رخصت دی گئی ہے جو قربانی کا جانور نہ پاسکے، یہ روایت نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ یہ تینوں روزے یوم عرفہ سے پہلے ہی رکھ لئے جائیں، تاکہ یوم عرفہ کو حاجی روزہ نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کا وقوف افطار کی حالت میں کیا تھا، اور آپ نے یوم عرفہ کا عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، اور اس لئے بھی کہ آج افطار کرنے سے ذکر و دعا میں زیادہ نشاط حاصل ہوگا، ان تینوں دن کا روزہ ایک ساتھ اور الگ الگ دونوں طرح رکھنا جائز ہے، اسی طرح ساتوں دن کے روزے بھی مسلسل رکھنے ضروری نہیں، اکٹھے اور متفرق دونوں طرح رکھے جاسکتے ہیں،

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تسلسل کو مشروط نہیں کیا ہے اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے ،ان سات روزوں کو گھر جاکر رکھنا افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ﴾

''اورسات روزے اس وقت رکھو جب تم گھر لوٹ جاؤ''۔

قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لئے امیروں سے جانور مانگ کر ذبح کرنے کے بجائے روزہ رکھنا افضل ہے،اور جس شخص کو بغیر مانگے اور نفس کے لالچ کے بغیر قربانی کا جانور یا کچھ اور دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں،خواہ وہ حاجی حج بدل کے لئے آیا ہو، بشرطیکہ نائب بنانے والے لوگ اپنے دیئے ہوئے مال میں سے جانور خریدنے کی شرط نہ لگائے ہوں، رہے وہ لوگ جو حکومت سے یا دوسروں سے کچھ لوگوں کا نام لے کر جھوٹ موٹ جانور مانگتے ہیں، تو بلاشبہ ایسا کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ جھوٹ بول کر کھانے کے برابر ہے۔ **عَافَانَا اللّٰهُ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ ذٰلِكَ.**

فصل

حجاج پر امر بالمعروف واجب ہے

حجاج پر اور غیر حجاج پر بھی جو سب سے بڑی چیز واجب ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہے اور جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز کی پابندی بھی، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کی زبان سے دیا ہے، مکہ کے بہت سے باشندگان جو اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور مسجدوں کو معطل کر رکھا ہے، یہ ان کی بہت بڑی غلطی اور شریعت کی مخالفت ہے، ان کو اس سے منع کرنا اور مسجدوں میں نماز کی پابندی کرنے کا حکم دینا ضروری ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ابن مکتوم سے اس وقت فرمایا جب وہ اپنے اندھے پن اور مسجد سے گھر دور ہونے کا عذر لے کر آئے تھے کہ آپ ان کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں، تو آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا آپ نماز کی اذان سنتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب مسجد آنا ضروری ہے''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں تمہارے لئے رخصت کی کوئی گنجائش نہیں پاتا''۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے ارادہ کیا ہے کا نماز کا حکم دوں جب وہ کھڑی ہو جائے تو کسی شخص

کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے اور پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دوں''۔

نیز عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنن ابن ماجہ میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اذان سن لی پھر بھی بلا عذر مسجد میں نہیں آیا تو اس کی نماز نہیں''۔

نیز صحیح مسلم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کل وہ اللہ سے مسلم ہو کر ملے، تو اس کو چاہئے کہ ان پانچوں نمازوں کی پوری حفاظت کرے جب بھی ان کے لئے اذان دی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لئے ہدایت کے طریقے مشروع فرمائے ہیں اور نمازیں انہی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں، اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو جس طرح یہ پیچھے رہنے والے اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے، اور جو شخص بھی اچھا وضو کرتا ہے، پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد میں جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ ایک گناہ معاف فرماتا ہے، اور ہم نے دیکھا کہ نماز سے پیچھے رہنے والے صرف کھلے منافقین ہی ہوتے تھے، ورنہ آدمی اس حالت میں بھی لایا جاتا کہ اسے دو آدمیوں کے سہارے صف میں لا کر کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

حاجی کے لئے معاصی سے اجتناب ضروری ہے

حجاج اور دوسروں پر اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا اور ان کے ارتکاب سے دور رہنا ضروری ہے، جیسے زنا، لواطت، چوری، سودخوری، یتیم کا مال کھانا، معاملات میں دھوکہ دینا، امانت میں خیانت کرنا، نشہ آور چیزوں اور سگریٹ کا پینا، کپڑوں کا ٹخنے سے نیچے لٹکانا، تکبر، حسد، ریاکاری، غیبت، چغلی، مسلمانوں کا مذاق، موسیقی کے آلات کا استعمال کرنا جیسے عود، بربط، مزامیر وغیرہ کا سننا اور ریڈیو وغیرہ آلات طرب سے گانے سننا، اور چوسر، شطرنج، جوا اور لاٹری کا کام کرنا، اور ذی روح آدمیوں کی تصویریں کھینچنا اور اس کام کو پسند کرنا، یہ سب وہ بری باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے، لہٰذا ان سے حجاج اور باشندگان حرم کا بچنا دوسرے سے زیادہ ضروری ہے، اس لئے کہ اس بلد امین میں ان معاصی کا گناہ زیادہ سخت اور ان کی سزا زیادہ بڑی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (الحج: ۲۵)

''اور جو شخص حرم میں ظلم کے ساتھ الحاد کا خواہاں ہوگا ہم اسے عذاب الیم کی سزا چکھائیں گے''۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے حرم میں ظلم کے ذریعہ الحاد کا ارادہ کرنے والوں کو دھمکی دی ہے تو ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا جو الحاد کر گزریں، بلاشبہ یہ انتہائی عظیم اور شدید

بات ہوگی۔لہٰذا اس سے اور تمام معاصی سے بچنا ضروری ہے۔

حاجی کو حج کا ثواب اور گناہوں کی بخشش ان گناہوں اور دوسری حرام باتوں سے بچے بغیر نہیں مل سکتی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی اور فسق نہ کرے تو اس دن کی طرح ہوکر لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا''۔

ان تمام منکرات سے زیادہ سخت اور بڑی بات یہ ہے کہ آدمی مُردوں کو پکارے اور ان سے فریاد کرے اور اس امید پر کہ وہ اللہ کے نزدیک اس کی سفارش کردیں گے، یا اس کے بیمار کو اچھا کردیں گے، یا اس کے گم شدہ شخص کو واپس کرادیں گے، اس نیت سے یہ ان کے لئے نذر مانے، ان کے لئے جانور ذبح کرے، تو یہ وہی شرک اکبر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور یہی مشرکین جاہلیت کا دین ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی کے انکار اور اسی سے روکنے کے لئے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابوں کو نازل کیا۔

لہٰذا ہر حاجی اور غیر حاجی کا فرض ہے کہ وہ اس سے بچے اور اگر پہلے شرک کر چکا ہے تو اس سے توبہ کرکے از سر نو حج کے لئے تیار ہو، کیونکہ شرک اکبر تمام اعمال کو ضائع کردیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُواْ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ (الانعام:۸۸)

''اگر انہوں نے شرک کیا تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے''۔

اور شرک اصغر کی ایک قسم غیر اللہ کی قَسم کھانا بھی ہے، جیسے نبی، کعبہ اور امانت وغیرہ کی قسم کھانا، اسی طرح ریا کاری، شہرت اور یہ کہنا کہ ''جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں'' اور یہ کہنا ''اگر اللہ اور آپ نہ ہوتے''، یہ بھی شرک اصغر کے اقسام ہیں، اس طرح کے تمام شرکیہ منکرات سے بچنا اور اس کے چھوڑنے کی وصیت کرنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا''۔ (احمد، ابوداود، ترمذی)

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کو قسم کھانی ہی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے''۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں''۔ (ابوداود)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہارے بارے میں سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے، پوچھا گیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ریا ہے''۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایسا مت کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ ایسا کہو کہ جو اللہ چاہے،

پھر فلاں چاہے''۔

نیز نسائی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنالیا؟ بلکہ صرف جو اللہ چاہے''۔

یہ تمام احادیث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے توحید کی حمایت فرمائی اور اپنی امت کو شرک اکبر اور شرک اصغر سے روکا، آپ امت کے ایمان اور اللہ کے عذاب اور غضب الٰہی کے اسباب سے سلامتی کے بے حد حریص تھے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے، آپ ﷺ نے پیغام الٰہی پہنچایا، امت کو ڈرایا اور اللہ کی اور اس کے بندوں کی خیر خواہی کی، اللہ آپ ﷺ پر قیامت تک درود وسلام بھیجتا رہے۔

تمام اہل علم خواہ وہ حجاج ہوں یا بلد اللہ الامین اور مدینۃ الرسول کے مقیمین، ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کی شریعت لوگوں کو سکھائیں اور شرک ومعاصی وغیرہ جو اللہ نے ان پر حرام کیا ہے ان سے روکیں اور اسے دلائل سے پوری شرح وبسط کے ساتھ نہایت واضح اور شافی بیان کے ذریعہ بیان کریں، تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لائیں اور اس طرح ان پر اللہ تعالیٰ نے جو تبلیغ وبیان کا فریضہ واجب کیا ہے اس کو ادا کریں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلاَ تَكْتُمُونَهُ﴾

(آل عمران:۱۸۷)

''اور جب اللہ نے ان سے عہد لیا جن کو کتاب دی گئی تھی کہ تم اس کولوگوں سے بیان کرو گے اورتم اس کولوگوں سے چھپاؤ گے نہیں''۔

اس آیت کا مقصود اس امت کے علماء کو ڈرانا ہے کہ وہ حق کے چھپانے کے سلسلہ میں ظالم اہل کتاب کے مسلک پر نہ چلیں، تا کہ اس کے ذریعہ آخرت کے بجائے دنیا کمائیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَـئِكَ يَلعَنُهُمُ اللّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (١٥٩) إِلَّا الَّذِينَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَـئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ:۱۵۹-۱۶۰)

''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں وہ دلیلیں اور ہدایت جسے ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے اس کو لوگوں سے کتاب میں بیان کر دیا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں، سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور بیان کیا تو انہی کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں''۔

اور بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی طرف دعوت دینا اور بندوں کو اللہ کی طرف راہ دکھانا بہترین نیکی اور اہم ترین فرائض میں سے ہے اور قیامت تک کے لئے یہی انبیاء اور ان کے متبعین کا راستہ

بھی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (حم السجدہ:۳۳)

''اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور صالح عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں''۔

اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یوسف:۱۰۸)

''کہہ دو یہی ہے میری راہ کہ میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف اور میرے متبعین بھی بصیرت کے ساتھ، اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرے اس کے لئے اس کے کرنے والے کے برابر اجر ہے''۔ (صحیح مسلم)

اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اگر اللہ آپ کے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ آپ کے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''۔ (متفق علیہ)

اس مضمون کی آیات اور احادیث بہت سی ہیں، اہل علم وایمان کو چاہئے کہ دعوت الی اللہ میں اپنی کوششوں کو اور بھی بڑھا دیں اور اللہ کے بندوں کو نجات کی راہ دکھانے اور ہلاکت کے اسباب سے بچانے میں پوری پوری جدوجہد کریں، خاص طور پر اس زمانے میں جب کہ لوگوں کی خواہشات غالب آ چکی ہیں اور تباہ کن افکار ونظریات اور گمراہ کن نعرے پھیل چکے ہیں اور داعیان حق کم سے کم تر ہو چکے ہیں اور الحاد وا باحیت کے داعیوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے، **فَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.**

فصل

حجاج کو اللہ کی اطاعت میں مشغول رہنا چاہئے

حجاج جب تک مکہ میں مقیم رہیں ان کو چاہئے کہ برابر اللہ کا ذکر، اس کی اطاعت اور عمل صالح کرتے رہیں اور نماز اور بیت اللہ کا طواف کثرت سے کریں، کیونکہ حرم کی نیکی کا ثواب چند در چند ہے، اسی طرح حرم کی برائیاں بھی بہت سخت ہوتی ہیں، اسی طرح حجاج کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجتے رہیں۔

حائضہ ونفاس والی عورت کے علاوہ سب پر طواف وداع واجب ہے

جب حاجی مکہ سے نکلنا چاہیں تو ان پر بیت اللہ کا طواف وداع ضروری ہے، تاکہ ان کا آخری وقت بیت اللہ سے ہوکر گزرے، سوائے حائضہ اور نفاس والی عورت کے کہ ان دونوں پر طواف وداع ضروری نہیں ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو، لیکن آپ نے حائضہ عورت کے لئے اس کی تخفیف فرمائی''۔ (متفق علیہ)

جب بیت اللہ کو وداع کرکے فارغ ہو اور مسجد حرام سے نکلنا چاہے تو سیدھے منہ نکل جائے، الٹے پاؤں ہرگز نہ چلے، کیونکہ ایسا کرنا نہ تو نبی کریم ﷺ سے منقول

ہے نہ آپ کے اصحاب سے، بلکہ یہ صریح بدعت ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری شریعت نہیں تو وہ کام مردود اور نا قابل قبول ہے''۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بدعات کے کاموں سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی ایجاد کی ہوئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین پر قائم رکھے اور اپنی مخالفت سے ہمیں محفوظ رکھے، بے شک وہ بڑا سخی اور بزرگ ہے۔

فصل

مسجد نبوی کی زیارت کا بیان

حج سے پہلے یا اس کے بعد مسجد نبوی کی زیارت مسنون ہے، جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے''۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز دوسری مسجد کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے، مسجد حرام کے سوا''۔ (مسلم)

اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے مسجد حرام کے علاوہ، اور مسجد حرام میں ایک وقت کی نماز میری مسجد کی ایک سو نماز سے بہتر ہے''۔ (احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے افضل

ہے مسجد حرام کے سوا، اور مسجد حرام کی ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے''۔ (احمد، ابن ماجہ)

اور اس مضمون کی حدیثیں بکثرت آئی ہیں۔

جب زیارت کرنے والا مسجد نبوی کے پاس پہنچے تو اس کو چاہئے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے اپنا داہنا پیر داخل کرے اور یہ دعا پڑھے:

''بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ، أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ''.

''اللہ کے نام سے اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر، اللہ عظمت والے کی پناہ چاہتا ہوں اور اس کے بزرگ چہرے اور قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے، اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

یہ ایسے ہی کہے جیسے دوسری مسجدوں میں داخل ہوتے وقت کہتا ہے، مسجد نبوی میں داخلہ کی کوئی مخصوص دعا نہیں ہے، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے جس میں اللہ سے دنیا وآخرت کی محبوب چیزیں مانگے، اگر یہ دونوں رکعتیں ریاض الجنۃ میں پڑھے تو اور افضل ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے''۔

نماز کے بعد نبی کریم ﷺ اور آپ کے صاحبین ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی

قبروں کی زیارت کرے اور نبی کریم ﷺ کی قبر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دبی آواز کے ساتھ اس طرح سلام کرے: ''**اَلسَّلاَمُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ**''، جیسا کہ سنن ابی داود میں حسن سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دے گا، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں گا''۔

اگر زیارت کرنے والا اپنے سلام میں یوں کہے تب بھی کچھ حرج نہیں:

''**اَلسَّلاَمُ عَلَيْکَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْکَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهِ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْکَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ، أَشْهَدُ أَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ، وَأَدَّيْتَ الأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الأُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ**''

''سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے نبی! سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے سب سے بہترین مخلوق! سلامتی ہو آپ پر اے رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ فرما دی، امانت ادا کر دی، امت کی خیر خواہی فرما دی اور اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کا فریضہ ادا کر دیا''۔

کیونکہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اوصاف میں سے ہیں، اور آپ ﷺ پر درود بھیجے اور آپ کے لئے دعا کرے جیسا کہ شریعت میں درود وسلام کو جمع کرنے کی مشروعیت ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً ﴾ (الاحزاب:٥٦)

''اے ایمان والو! آپ پر درود بھیجو اور سلام''۔

پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجے اور ان دونوں کے لئے دعا کرے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام بھیجتے تھے تو عموماً اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے:

''اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا أبَا بَكْرٍ ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا أبَتَاهْ''، یہ کہہ کر لوٹ جاتے تھے۔

یہ زیارت صرف مردوں کے لئے مشروع ہے، عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت جائز نہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والے اور چراغ جلانے والے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور اس میں دعا اور دوسری مسجدوں کی طرح مشروع کام کی نیت سے مدینہ کا قصد کرنا سب کے لئے مشروع ہے، جیسا کہ اس سے پہلے اس مضمون کی حدیثیں گزر چکی ہیں۔

زائر کو چاہیئے کہ پانچوں وقت کی نمازیں مسجد نبوی میں پڑھے اور اس میں کثرت سے ذکر و دعا اور نفلی نمازوں کا اہتمام کرے، اور زیادہ ثواب کمانے کی اس فرصت کو غنیمت سمجھے۔ اسی طرح ریاض الجنۃ میں کثرت سے نفلی نماز پڑھنا

مستحب ہے، جیسا کہ اس کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول گزر چکا ہے:

''میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے''۔

لیکن فرض نمازوں کے لئے چاہیئے کہ زائر آگے بڑھے اور جہاں تک ہوسکے پہلی صف کی پابندی کرے، اگرچہ اگلی صف وہ ہو جس کی قبلہ کی جانب توسیع ہوئی ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں پہلی صف کی ترغیب پائی جاتی ہے، مثلاً آپ کا یہ فرمانا:

''اگر لوگ جان جائیں کہ اذان اور پہلی صف میں کتنا ثواب ہے، پھر قرعہ اندازی کئے بغیر جگہ نہ پاسکیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں گے''۔ (متفق علیہ)

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا:

''آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو، اور تمہاری اقتدا تمہارے بعد والے کریں، آدمی نماز سے پیچھے ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ بھی اس کو پیچھے کر دیتا ہے''۔ (صحیح مسلم)

ابو داود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''آدمی پہلی صف سے برابر پیچھے ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو جہنم سے بعد میں نکالے گا''۔ (اور جنت میں تاخیر سے داخل کرے گا)۔

اور رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

''ایسی صف کیوں نہیں بناتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے پاس بناتے ہیں؟

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ملائکہ اپنے رب کے پاس کیسی صف بناتے ہیں؟ فرمایا: اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صفوں میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں''۔ (صحیح مسلم)

اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں جو مسجد نبوی اور دوسری مسجدوں کے لئے عام ہیں، توسیع واضافہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی، اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کو صف کے داہنی طرف کھڑے ہونے کے لئے ترغیب دیتے تھے، اور یہ معلوم ہے کہ قدیم مسجد نبوی میں داہنی صف ریاض الجنۃ کے باہر ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صف اور داہنی طرف کی صفوں میں نماز کی پابندی کرنا ریاض الجنۃ میں نماز کی پابندی سے زیادہ افضل ہے، جو شخص اس بارے میں وارد احادیث پر غور کرے گا اس کو یہ فرق واضح طور پر معلوم ہو جائے گا، واللہ الموفق۔

کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کسی حاجت کو پورا کرنے، یا کسی مصیبت کو دور کرنے، یا مریض کو شفا دینے وغیرہ کا سوال کرے، کیونکہ یہ سب حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جاتی ہیں، ان کا وفات یافتہ شخص سے مانگنا اللہ کے ساتھ شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت کرنا ہے، اور اسلام دو بنیادوں پر قائم ہے: اول یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے، دوسرے یہ کہ عبادت صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ طریقے پر کی جائے، اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کا مطلب ہی یہی ہے۔

اسی طرح کسی کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے شفاعت مانگے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اسی سے مانگنا چاہئے، جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعاً﴾ (الزمر:۴۴)

''کہہ دو ساری شفاعتیں اللہ ہی کے لئے ہیں''۔

البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ اے اللہ! اپنے نبی کو میرا شفیع بنا، اے اللہ! اپنے فرشتوں اور مومن بندوں کو میرا سفارشی بنا، اے اللہ! میرے فوت شدہ بچوں کو میرا سفارشی بنا وغیرہ، لیکن مُردوں سے کچھ نہیں مانگنا چاہئے، نہ شفاعت نہ دوسری چیز، خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء، اس لئے کہ ایسا کرنا مشروع نہیں، اور اس لئے بھی کہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے، سوائے اس عمل کے جس کو شارع نے مستثنیٰ کیا ہے، صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے''۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ سے شفاعت کا سوال کرنا جائز تھا اور قیامت کے دن بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کو اس پر قدرت حاصل ہوگی، آپ کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ آپ آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے شفاعت کے طلب گار کی بابت

سوال کریں، دنیا میں شفاعت طلب کرنے کے جواز کی بات تو معلوم ومعروف ہے، یہ صرف آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ یہ ایک عام بات ہے آپ ﷺ کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی، لہٰذا مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے بھائی سے کہے کہ میرے رب سے میرے بارے میں ایسی اور ایسی شفاعت کردو، یعنی میرے لئے دعا کردو، اور جس سے کہا گیا اس کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرے، اور اگر طلب کی ہوئی چیز مباح ہے تو اپنے بھائی کے لئے اس کی سفارش کردے، لیکن قیامت کے دن کوئی شخص بھی کسی کے لئے اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کرسکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَن ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (البقرہ:۲۵۵)

''کون ہے جو اللہ کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے''۔

رہی موت کی حالت، تو وہ ایک مخصوص حالت ہے جس کو انسان کی موت سے قبل والی حالت سے ملایا نہیں جاسکتا اور نہ قیامت قائم ہونے کے بعد ہی کی حالت سے ملایا جاسکتا ہے، کیونکہ میت کا عمل منقطع ہوچکا اور جو کچھ اس نے اب تک کیا وہ اسی کا مرہون منت ہے، سوائے اس عمل کے جس کو شارع نے مستثنیٰ کیا ہے، لیکن مُردوں سے شفاعت طلب کرنے کو شارع نے مستثنیٰ نہیں کیا ہے، لہٰذا اس کو مستثنیٰ عمل سے ملایا نہیں جاسکتا۔

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں برزخی زندگی کے ساتھ زندہ

ہیں، جو شہداء کی زندگی سے زیادہ کامل ہے، لیکن وہ ایسی زندگی نہیں جیسی موت سے قبل تھی اور نہ قیامت کے دن کی زندگی جیسی ہے، بلکہ قبر کی زندگی ایسی ہے جس کی حقیقت وکیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے حدیث شریف میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے:

''جو شخص مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ میں میری روح لوٹا دے گا، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں گا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ انتقال فرما چکے ہیں اور آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو چکی ہے، بس صرف سلام کے وقت آپ پر لوٹائی جاتی ہے، آپ ﷺ کی موت کے دلائل قرآن وسنت میں معروف ومشہور ہیں اور اہل علم کے نزدیک یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے، لیکن یہ موت آپ ﷺ کی حیات برزخی کے لئے مانع نہیں، جیسے شہداء کی موت ان کی حیات برزخی کے لئے مانع نہیں، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران:١٦٩)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مُردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے پاس ان کو رزق بھی ملتا ہے''۔

ہم نے اس مسئلہ کو بہت مفصل اس لئے بیان کیا کہ اس کی بڑی ضرورت تھی

اور لوگ اس میں بڑے شبہات میں مبتلا ہیں، جو شرک کے داعی اور اللہ کے سوا مُردوں کی عبادت کا سبب بنے ہوئے ہیں، اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو مخالف شرع باتوں سے بچائے، واللہ اعلم۔

زیارت کرنے والے بعض لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرتے ہیں اور دیر تک کھڑے رہتے ہیں، یہ بھی خلاف شرع ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو نبی کی آواز پر آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس طرح لوگ آپس میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہیں اس طرح آپ کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور لوگوں کو آپ کے پاس آواز نیچی رکھنے کی ترغیب دی ہے، فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (١) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾
(الحجرات:١-٢)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے، ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے''۔

اور اس لئے بھی کہ آپ کی قبر کے پاس دیر تک کھڑے رہنے اور بار بار آپ ﷺ پر سلام پڑھنے سے بھیڑ میں اضافہ ہوگا اور آپ کی قبر کے پاس شور وغل بڑھے گا، جو ان باتوں کے خلاف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مسلمانوں کے لئے مشروع کیا ہے۔ آپ ﷺ زندہ ومُردہ دونوں حالتوں میں قابل احترام ہیں، لہٰذا کسی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ آپ کی قبر کے پاس ایسا عمل کرے جو شرعی ادب کے خلاف ہو۔

اسی طرح جو زائر آپ ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر اور قبر کو سامنے کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، تو یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور ان کے متبعین اور سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہے، بلکہ ایجاد کی ہوئی بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''میرے طریقہ کو مضبوط پکڑو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑو، اسے دانتوں سے دبالو اور ایجاد کی ہوئی باتوں سے بچو، اس لئے کہ ہر ایجاد کی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (ابوداود ونسائی بسند حسن)۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے دین میں ایسا کام ایجاد کیا جو دین سے نہیں تو وہ کام مردود ہے اور ناقابل قبول ہے''۔ (بخاری ومسلم)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہماری شریعت میں نہیں تو وہ کام مردود اور ناقابل قبول ہے''۔

علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس دعا کر رہا ہے، تو آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:

''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بنانا، مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ تمہارا سلام مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں کہیں رہو''۔**(أخرجه الحافظ محمد بن عبد الواحد المقدسی فی کتابه الأحادیث المختارة)**۔

اسی طرح جو زائر آپ ﷺ پر سلام بھیجتے وقت اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر یا سینے سے نیچے نمازی کی طرح بناتے ہیں، تو یہ ہیئت بھی آپ پر سلام کرتے وقت اور نہ ہی کسی بادشاہ اور لیڈر وغیرہ سے سلام کرتے وقت بنانا جائز ہے، کیونکہ یہ ہیئت ذلت وخضوع اور عبادت کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''فتح الباری'' میں اس کو علماء سے نقل کیا ہے۔ اس بارے میں جو بھی غور کرے اس کے لئے یہ مسئلہ بالکل واضح اور عیاں ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد سلف صالحین کی اتباع ہو۔

لیکن جس پر تعصب اور خواہش نفس اور اندھی تقلید اور سلف صالحین کے طریقہ کی طرف دعوت دینے والوں کے ساتھ بدگمانی غالب ہو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، ہم اللہ سے اپنے لئے اور اس کے لئے ہدایت کی دعا کرتے ہیں اور حق کو تمام چیزوں پر ترجیح دینے کی توفیق مانگتے ہیں، **إِنَّهُ سُبْحَانَهُ خَيْرُ مَسْئُوْلٍ**۔

اسی طرح جو لوگ دور سے قبر شریف کا استقبال کرتے ہیں اور اپنے ہونٹوں کو سلام یا دعا کے لئے ہلاتے ہیں، تو یہ سب پچھلی بدعات ہی میں شامل ہیں، اور کسی مسلمان کے لئے درست نہیں کہ وہ دین میں وہ باتیں ایجاد کرے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے اور وہ ان کاموں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور دوستی کے بجائے ظلم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس جیسے عمل کو بہت برا سمجھتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح بھی انہی چیزوں سے ہوگی جن سے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی، اور سب کو معلوم ہے کہ اس امت کے پہلے لوگوں کو جس چیز نے سدھارا وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین اور آپ کے صحابہ اور تابعین کے طریقہ کی پیروی تھی، اور اس امت کے آخری لوگ بھی اسی کو مضبوط تھام کر اور اسی پر چل کر ہی سدھر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بات کی توفیق دے جس میں ان کی نجات اور سعادت اور دنیا و آخرت میں عزت ہو، **إِنَّهُ جَوَّادٌ كَرِيْمٌ**۔

تنبیہ

قبر نبوی کی زیارت حج کے لئے نہ واجب ہے نہ شرط، جیسا کہ عوام الناس کا خیال ہے، بلکہ جو لوگ مسجد نبوی کی زیارت کریں یا مسجد سے قریب ہوں ان کے لئے مسجد کی زیارت کے ساتھ قبر کی زیارت بھی مستحب ہے، لیکن جو لوگ مدینہ منورہ سے دور ہوں ان کے لئے جائز نہیں کہ قبر نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کر کے مدینہ منورہ آئیں، البتہ مسجد نبوی کے لئے سفر کر کے آنا سنت ہے، جب مدینہ آجائیں تو آپ ﷺ کی قبر اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی بھی زیارت کرلیں، نبی کریم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبروں کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے ضمن میں ہے، جیسا کہ صحیحین کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کیا جائے، مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ''۔

اگر رسول اللہ ﷺ یا کسی اور کی قبر کے لئے سفر کرنا مشروع ہوتا تو آپ ﷺ امت کو ضرور بتاتے اور اس کی فضیلت کی طرف ان کی رہنمائی کرتے، اس لئے کہ آپ ﷺ لوگوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ اور سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف کھانے والے تھے، اور آپ ﷺ نے احکام کی پوری تبلیغ فرمادی، امت کو ہر بھلائی بتادی اور ہر برائی سے ڈرادیا،

کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے ان تینوں مسجدوں کے سوا اور کہیں کے لئے سفر کرنے سے روکا اور فرمایا:

''میری قبر کو عید (میلہ گاہ) مت بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، اور میرے اوپر درود بھیجو، تمہارا درود تم جہاں کہیں بھی رہو مجھ تک پہنچ جائے گا''۔

قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو مشروع کہنا دراصل قبر کو میلہ گاہ بنانا ہے اور غلو و مبالغہ آرائی کی جس ممنوع بات سے آپ ﷺ ڈرتے تھے اسی کا واقع ہو جانا ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں، محض اس عقیدہ کی وجہ سے کہ وہ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں۔

اس باب میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن کو وہ لوگ جو قبر نبوی کے لئے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں حجت بناتے ہیں، وہ سب حدیثیں ضعیف الاسناد بلکہ موضوع ہیں، جن کے ضعف پر محدثین کرام جیسے دارقطنی، بیہقی، حافظ ابن حجر وغیرہم نے تنبیہ کی ہے، لہٰذا یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ان ضعیف احادیث کو ان صحیح احادیث کے مقابلہ میں پیش کیا جائے جو ان تینوں مساجد کے سوا سفر کی حرمت کو بیان کرتی ہیں۔

آپ حضرات کی معلومات کے لئے ان موضوع احادیث میں سے کچھ کو بیان کیا جاتا ہے، تا کہ آپ ان کو پہنچان جائیں اور ان سے دھوکہ کھانے سے بچ جائیں:

۱۔ ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔

۲۔ ''جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی، گویا اس نے میری

زندگی میں زیارت کی''۔

۳۔''جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی، میں اللہ کے پاس اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں''۔

۴۔''جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی''۔

یہ اور اس قسم کی دیگر حدیثیں نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''التلخیص'' میں ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان تمام احادیث کے طرق موضوع ہیں۔ حافظ عقیلی نے فرمایا کہ اس باب کی کوئی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بصراحت فرمایا کہ یہ سب ہی روایات موضوع ہیں۔ یہ آپ کے علم وحفظ اور اطلاع کے لئے کافی ہے، اگر ان میں کوئی چیز ثابت ہوتی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اس پر عمل کرتے، امت کو بتاتے اور اس پر عمل کی دعوت دیتے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کے بعد سب سے بہتر لوگ ہیں اور حدود الٰہی کا سب سے زیادہ علم انہی کو ہے، اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جو شریعت بنائی ہے اس کو صحابہ ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں اور اللہ اور اس کی مخلوق کے سب سے بڑے خیر خواہ وہی ہیں، جب اس کے متعلق ان کی طرف سے کوئی بات منقول نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ سب غیر مشروع ہے، اگر کوئی حدیث ان میں سے صحیح بھی ہو تو اس کو شرعی زیارت پر محمول کیا جائے گا جس سے صرف قبر کے لئے سفر کرنے کا ثبوت نہیں ملتا، اس مفہوم سے دونوں طرح کی احادیث کے درمیان تطبیق بھی ہو جاتی ہے، **واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم**۔

فصل

مسجد قبا اور مدینہ کے قبرستان ''بقیع'' کی زیارت

مدینہ کی زیارت کرنے والے کے لئے مسجد قبا کی زیارت کرنا اور اس میں نماز پڑھنی بھی مستحب ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ مسجد قبا کی زیارت سواری پر اور پیدل چل کر کرتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے گھر میں وضو کیا، پھر مسجد قبا آ کر اس میں نماز پڑھی اس کے لئے ایک عمرہ کا اجر ہے''۔

اسی طرح بقیع اور شہداء احد کی قبروں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت بھی مسنون ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ ان کی زیارت کرتے اور ان کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

''قبروں کی زیارت کرو، وہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں''۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یوں کہیں:

﴿اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ

شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لاَحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ﴾

''اے اس دیار کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلام ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں''۔ (صحیح مسلم بروایت **سليمان بن بريدة عن أبيه**)۔

اور ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے قبرستان سے گزرے، تو ان کی طرف رخ کر کے فرمایا:

﴿اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالأَثَرِ﴾

''اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ ہم کو اور تم کو بخش دے، تم ہم سے پہلے گئے اور ہم تمہارے بعد میں ہیں''۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی شرعی زیارت کا مقصد یہ ہے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور اس سے مُردوں کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے لئے دعا اور رحم کی درخواست کرنے کا موقع ملتا ہے۔

لیکن قبروں کے پاس دعا کی نیت سے زیارت کرنا، یا وہاں بیٹھنا، یا ان سے حاجت روائی یا بیماروں کی شفا کا سوال کرنا، یا ان کی ذات یا ان کے مرتبہ وغیرہ کے واسطے سے اللہ سے مانگنا، تو ایسی زیارت بدعت منکرہ ہے، نہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو مشروع کیا، نہ سلف صالحین نے اس پر عمل کیا، بلکہ یہ

ان قبیح باتوں میں سے ہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''قبروں کی زیارت کرو، لیکن بدگوئی مت کرو''۔

یہ سارے امور بدعت ہونے میں تو ایک ہیں لیکن سب کے مراتب الگ ہیں، کچھ تو بدعت ہیں شرک نہیں ہیں، جیسے قبروں کے پاس اللہ سے دعا کرنا اور میت کے حق اور مرتبہ کے واسطے سے دعا مانگنا، اور بعض شرک اکبر ہیں، جیسے مُردوں کو پکارنا اوران سے مدد مانگنا وغیرہ۔

ان باتوں کا مفصل بیان اس سے پہلے ہو چکا ہے، لہٰذا ان سے متنبہ رہنا چاہیئے اور اللہ سے حق کی توفیق اور ہدایت مانگنی چاہیئے، اللہ ہی توفیق وہدایت دینے والا ہے، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ رب۔

اس رسالہ کی بابت ہماری یہ آخری بات تھی جسے ہم نے لکھوا دیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أوَّلاً وَآخِراً، وَصَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَىٰ عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ وَخِيَرَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإحْسَانٍ إلَىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ.

ناچیز مشتاق احمد کریمی ناسخ کتاب ہذا کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔